ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے

''پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے، نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سب وشتم سے، نہ آسمانی ابتلاؤں وآزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کیے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزوں سے ڈر سکتے ہیں، کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے، کیا ہم اپنے پیارے خدا کی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدزنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدزنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے''۔ (انوار الاسلام)

رمضان المبارک 2018ء کے لئے

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہالینڈ سے پیغام

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔'' (البقرہ 183)

میں اس سال رمضان المبارک کے موقع پر بیرونی جماعت کے دورہ جات پر ہوں۔ پیغام صلح کے اس شمارہ کی وساطت سے میں تمام جماعتوں کے احباب کو

''آمد رمضان'' کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی قربت حاصل کرنے کے لئے ایک اور ماہِ رمضان نصیب فرما رہا ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 183 میں اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کی فرضیت اور برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ رمضان کے بابرکت مہینہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات اور اپنی قربت کا موقع عطا فرماتا ہے۔ یہ ماہ اللہ سے قربت، نمازوں، روزوں، قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس کی ہدایت پر چلنے، اپنے گناہوں کی معافی مانگنے آئندہ گناہ سرزد ہونے سے اللہ کی حفاظت اور کثرت استغفار کا ذریعہ ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک میں ہم سب کو روزہ رکھنے اور عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آپ کی توجہ ان تمام مشکلات کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو اس وقت تمام دنیا، ہمارے ملک پاکستان اور ہماری جماعت اور تمام انسانیت کو لاحق ہیں جن کے لئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے اور ہماری ہمدردی سب مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے بغیر اُن کے دین یا قومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ کہ رب المسلمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اس وقت دنیا میں لوگ جنگوں اور قحط کی وجہ سے در بدر پھر رہے ہیں۔ لوگ بیماریوں، ڈر، بھوک، مال کے ضیاع اور غربت میں مبتلا ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی نفرت کا نشانہ اس لئے بنے ہوئے ہیں کہ اُن کا مذہب، ذاتی اعتقادات، خیالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لوگ رنگ، نسل، ذات کی بنیاد پر نفرت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم اس کے برعکس امن ہی امن ہے۔

آئیں ہم سب مل کر ان پہلوؤں کو ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن کی اس آیت پر غور کریں جو میں نے شروع میں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزہ رکھنے کا واحد مقصد انسان کا متقی بنانا یعنی خدا سے ڈرنے والا اور قرآن پر عمل کرنے والا بتایا ہے۔

آئیں ہم سب مل کر یہ پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس رمضان میں اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی لائیں گے۔ جس تبدیلی کی وجہ سے ہم تمام انسانیت کو عزت کی نظر اور اللہ کی مخلوق جانتے ہوئے اپنی زندگی میں ایک جیسا مقام دیں گے اور ان کے لئے وہی دعا کریں گے جو اپنوں کے لئے کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری رمضان المبارک میں کی جانے والی تمام دعائیں اور عبادات قبول فرمائے۔ آمین۔

اس جماعت کا مقصد قرآن کی تعلیم کو عمل میں لانا ہے اور اس جماعت کا رہنما اصول یہ یقین ہے کہ ''خدا ہمارے ساتھ ہے''

از حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تقریر بر موقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 28-12-2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔'' (سورۃ الفاتحہ)

ابھی کچھ دیر پہلے افتتاحی خطاب میں ہم نے دعائیہ کے فوائد جو اِس زمانے کے امام و مجدد زماں، مسیح موعودؑ نے بیان کیے کا ذکر سنا۔ یہ فوائد تب ہی ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں جب ہم ان نصیحتوں پر عمل کریں۔

یہ سال ہمارے لئے بابرکت سال گزرا کیونکہ اس سال قرآن کے حوالے سے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر اور ترجمہ کے سو سال مکمل ہوئے۔ ہم نے بہت سی تقریبات کیں اور بہت سے مضامین شائع ہوئے اور بہت سی رپورٹیں غیر ممالک سے تقریبات کے متعلق موصول ہوئیں۔ قرآن کریم بابرکت کتاب ہے مگر بدقسمتی سے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے پہلے قرآن کریم کو وہ مقام نہیں دیا جاتا تھا جس کا وہ حق رکھتا تھا کیونکہ اس کا استعمال اُس زمانے میں ایسا تھا کہ قرآن کریم کو اونچی جگہ رکھا جاتا اور کبھی کبھی پڑھ کر سنایا جاتا، ایسے میں بہت کم لوگ اس کو باقاعدگی سے پڑھتے تھے گویا کہ قرآن ثریا کے مقام پر چلا گیا تھا۔

یہ ہمارے اوپر مسیح الزماں کا بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے قرآن اور ایمان کو جو بظاہراً ثریا کی بلندیوں پر جا چکا تھا اس کو واپس ہمارے دلوں میں لایا اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی اور جماعت کے لئے جو بیعت کی شرائط رکھیں وہ قرآن کا ایک خلاصہ بنا کر ہمیں دیا اور اس پر ہمیں عہد کروا دیا کہ ہم اس پر عمل کریں گے۔

ہم دیکھیں کہ آج کل میڈیا کے ذریعہ حضرت صاحب کے بارے میں جو بے ادبی ہوتی رہتی ہے، وہ سننے کے لئے یہ جماعت قائم نہیں ہوئی بلکہ یہ جماعت اس لئے قائم ہوئی ہے کہ جس امام کو پہچانا ہے اس کی تعلیم پر عمل کریں تاکہ یہ جماعت آگے بھی بڑھے اور اس کے مقاصد دنیا تک پہنچیں اور لوگ اس کو سمجھیں اور جہاں جہاں یہ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں پیش کیا جائے وہاں وہاں یہ قبول ہو۔ جب اس قرآن کی اور اس جماعت کی روحانی تعلیم لوگوں تک پہنچتی ہے تو وہ ایک خاص اثر رکھتی ہے اور اس اثر کی جھلکیاں برلن کے جلسہ میں اور اس سے پہلے برلن کے مونومنٹ ڈے (Monument Day) پر ہم سب نے دیکھیں جب کہ صرف دو دنوں میں ایک ہزار سے زائد لوگ آئے اور اُن میں قرآن کریم بھی تقسیم کیے گئے۔ اس دوران قرآن کے متعلق، اپنی جماعت اور اسلام کے متعلق سب آگاہی دی گئی۔ قرآن کی روحانی تعلیم کا اثر مغرب کے لوگ قبول کرتے ہیں۔ قرآن کی تعلیم اور اس پر عمل ہی سورج کو مغرب سے طلوع کرنے کا ذریعہ انشاءاللہ بن رہا ہے۔

میں2002 سے یہاں پر کچھ اپنی طاقت کے مطابق فرائض سرانجام دیتا آیا ہوں جن میں آج کے دن کی یہ تقریر بھی شامل ہے۔تو میں نے جب پچھلے سالوں کی تقاریر دیکھیں تو ہر سال کی تقریر ایک ہی طرز سے شروع ہوتی تھی ان میں جن حالات سے ہمارا ملک، ہماری جماعت گزر رہی ہے اور کچھ پریشانیوں کا ذکر ہوتا، کچھ خدشات کا ذکر ہوتا، جن مشکلات میں یہ دعائیہ چل رہا ہے اسکا ذکر ہوتا۔ ہر ایک کو اللہ نے اتنا حوصلہ نہیں دیا ہوتا کہ باوجود مشکلات کے دعائیہ میں شامل ہوں۔ کیونکہ ان کو خدشات ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں وہاں کیا حالات ہوں گے۔ خاص کر جب میں مختلف ممالک میں دورہ کرتا ہوں اور پچھلے سال میں نے تقریباً آٹھ ممالک کا دورہ کیا اور ہر جگہ سالوں سے یہی میں کہہ رہا ہوں کہ ''آئیں دعائیہ میں تشریف لائیں''، لیکن جو حوصلہ دنیا کا حالات کی وجہ سے ٹوٹا ہوا ہے یا ہماری جماعت کے اوپر جو اعتراضات اور شکوک اور اس کے عقیدہ کے اوپر جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہوتی ہیں اس سے ضرور لوگوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ کئی لوگ آنا چاہتے ہیں لیکن ایک خوف ہوتا ہے۔لیکن پاکستان کے اندر رہ کر اور ان حالات سے گزر کر زیادہ ہی اثر ہوتا ہے۔ جب میں اپنی پچھلی تقریر دیکھتا ہوں تو یہی دیکھتا ہوں کہ آج کے حالات اور مشکلات کا ذکر ہے۔ جب زیادہ مشکلات دیکھتا ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ دعائیہ شاید ممکن نہ ہوتا۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے ممکن بنا دیا۔

ہمارے لئے یہ ایک عام جلسوں سا جلسہ نہیں ہے جس میں شامل ہونے کے لئے لوگ دور دراز سے جاتے ہیں مگر وہاں بھی کسی جاہل نے تخریب کاری کرنی ہو تو وہ کر دیتا ہے، پھر خانہ خدا میں شامل ہونے کے لئے ہچکچاہٹ کیوں محسوس ہوتی ہے؟ اللہ کے بھیجے امام نے جو سلسلہ شروع کیا اس میں شامل ہونے کے لئے ہمیں زیادہ ڈر کیوں محسوس ہوتا ہے؟ حالانکہ یہ وہ دن ہیں جہاں ہم مل کر اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی لئے اس کا نام دعائیہ رکھا گیا ہے یہاں ہم ایک رشتے کو جو خدا کے اور اس کے بندے کے درمیان ہے بڑھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ پھر اس جماعت کا مقصد ہی یہ رکھا کہ ہم نے تقویٰ اختیار کرنا ہے، اللہ سے تعلق جوڑنا ہے اور جب وہ تعلق جوڑنے کا ذریعہ ہمیں میسر آجائے تو پھر کیونکر اس سے فائدہ نہ اٹھائیں؟ اس عقیدہ سے جس کا ہم اظہار کرتے ہیں جس کے ساتھ ہمارے بزرگوں کی وابستگی تھی ،انہوں نے تکالیف برداشت کیں، شہادتیں ہوئیں، سنگساریاں ہوئیں ان پر ظلم کیے گئے۔ انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا مگر ہم ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اعمال اور یقین کم ہو گئے ہیں۔ ہم نام کے بہت اچھے احمدی ہوتے ہیں۔ اردگرد جب کچھ ہو رہا ہوتا ہے تو ہم بھی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں لیکن کچھ دن آرام کے آجائیں تو پھر ہم بھی اللہ کو اُتنا یاد نہیں کرتے جتنا کرنا چاہیے۔

اللہ کا فرمان ہے کہ **فاذکرونی اذکرکم** ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' حضرت صاحب نے بار بار اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''تم مجھے تب یاد کرو جب تم آرام کی زندگیاں کاٹ رہے ہو اور جب مشکلات آئیں تو میں تمہیں یاد کروں اور تمہاری مدد کروں گا'' اور اسی لئے ہمارا یقین کمزور ہو جاتا ہے کہ ہم نے تو اللہ کو آسانیوں میں یاد نہیں کیا ہوتا۔

ولی کا مفہوم

دعائیہ میں آنا، جماعت کے ساتھ وابستگی قائم کیے رہنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ یہ اس زمانے میں ہماری جماعت کے لئے امتحان ہے اور بغیر امتحان کے ہم پاس نہیں ہو سکتے، حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ آزمائشیں اس لئے آتی ہیں کہ ہم پرکھے جائیں کہ ہم کتنے دل سے امام کا ساتھ دینے والوں میں سے ہیں اور ہمیں یہ یقین دل میں دوبارہ اجاگر کرنا اور پختا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا خدا ہے۔ اور مدد کرنے والا خدا ہے۔ وہ جو اس پر اعتبار کرتے ہیں وہ اس کو اپنا ولی کہتا ہے اور ولی کا مطلب یہی ہے کہ جیسے دو انگلیاں ساتھ مل کر اکٹھی ہوں اور ضرورت کے وقت ساتھ نہ چھوڑ دیں۔ ولی مشکل میں ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اللہ آپ کی اور ہماری سب کی

ضروریات کو جانتا ہے اوران کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کا جواب بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ **علی کُلِّ شَیءٍ قدیر ہے۔**

ہم اپنی طاقت کے مطابق اُس کی طاقت کا موازنہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ہم سوچنے لگ جاتے ہیں کہ ایسے حالات میں بہتر یہی ہے کہ ہم تھوڑا پیچھے ہی ہٹ جائیں، اپنی جان بچالیں۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ہم دنیاوی دوستوں سے موازنہ نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت بے پناہ ہے اس کی کوئی حد نہیں اور جب وہ مدد کرتا ہے تو اس کے آگے مقابلہ کرنے والا نہیں بچتا۔ اس کو ہم **اَلْحَفِیْظُ** تو کہتے ہیں لیکن پھر اس کی حفاظت دینے کے متعلق ہمارے اندر شک کیوں آجاتا ہے؟ ہم سوچنے لگ جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ ہماری حفاظت نہیں کرے گا۔ جب ہم اس خانہ خدا میں آجاتے ہیں اور ہمارے دلوں کو تسلی ہوجاتی ہے ہمارے اندر ایک تقویت اور قوت اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ تو یہ ہمارے لئے بہت بڑا صلہ ہے۔ ہمیں اس صلہ میں کیا ملے گا؟ ہمیں یہی صلہ ملے گا کہ ہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ کی طاقت کو پہچانا اور اس پر بھروسہ اور یقین رکھا۔ اگر ہم اللہ کے قریب ہوں تو ہمیں اپنی زندگی کا مقصد حاصل ہوجائے گا کیونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد صرف اللہ کی عبدیت ہے اور اگر ان خدشات میں بھی ہم اپنے ایمان پر پختہ رہیں تو ہمارے لئے یہ بھی اللہ کا انعام ہے۔ صرف لیبل لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم سب جو نصائح ہمیں اپنے زمانے کے امام سے حاصل ہوئیں ان پر عمل کریں اور اپنے امام کو ایک لمحہ کے لئے بھی ایسا امام نہ سمجھیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ نہ انہوں نے کہا کہ ''میں نبی ہوں'' اور نہ انہوں نے کہا کہ ''کوئی اور نبی آئے گا''۔ اتنی بڑی کتاب دعویٰ نبوت سے انکار پر جس پر 257 حوالہ جات کو اکٹھا کیا گیا ہم نے شائع کی ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

ہمیں اپنی جماعت کا عقیدہ عام کرنا ہے کہ مرزا صاحب نہ نبی تھے، نہ کوئی اور نبی آئے گا، نہ نیا اور نہ پرانا یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ بہت سارے لوگوں کو ہمارے عقیدہ کا نہیں پتا کہ ایسے بھی مٹھی بھر لوگ ہیں جو وہ صحیح عقیدہ رکھتے ہیں جو مرزا صاحب کا عقیدہ تھا۔ یہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ناانصافی اپنے پرائے سب نے کی اور ہم نے بھی کی کیونکہ ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔ جو اُن کو مانتے ہیں اور نبی کہتے ہیں وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم ایک ہیں کیونکہ ہم دونوں مرزا صاحب کو مانتے ہیں۔ کسی نے یہ منہ سے اتنے سالوں میں نہ کہا کہ ہم ایک کیونکر ہیں؟ اگر آج کوئی عیسائی کہے کہ ہم ایک ہی ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہم دونوں مانتے ہیں تو ہم فوراً کہیں گے آپ تو ان کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ہم تو ان کو اللہ کا معصوم نبی مانتے ہیں لیکن یہاں ہم نے جو خاموشی اختیار کی اس کا نقصان آج ہم اٹھا رہے ہیں۔ یہ سالہا سال سے خاموشی نقصان دہ ہے۔ **اب ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی طرح لوگوں تک یہ بات پہنچائیں کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے انہوں نے کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہم کہتے ہیں اور نہ ہم کسی کو حق دیتے کہ وہ کسی کو کافر قرار دے۔ یہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔** ہمارے اندر یقین پیدا کرنے کے لئے جو کلام قرآن کی صورت میں اللہ نے اُتارا ہے اس پر ہماری تسلی ہے۔

قرآن کی چند حوصلہ دینے والی آیات

آگے جتنی باتیں جو ہم نے مختصراً کرنی ہیں وہ یہی ہیں کہ ہمیں قرآن کی آیات پر مکمل یقین ہونا چاہیے اور سمجھ کر پڑھنا چاہیے اور کچھ آیات جو مجھے حوصلہ دیتی ہیں ان کی طرف میں توجہ دلاتا ہوں۔ حضرت مولانا نورالدینؒ نے بھی ان آیات میں سے کچھ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی کتاب ''مراقات الیقین'' میں ذکر کیا ہے۔ **انہوں نے یہ کہا ہے کہ تمام خطرات میں قرآن کے یہ الفاظ میرے لئے ڈھال ہیں۔ اور مولانا نورالدین صاحبؒ کا یقین اور توکل علی اللہ بے مثال تھا۔ ان آیات کو آپ سب اپنے ایمان کی پختگی کے لئے استعمال کریں:**

ایک آیت جو یہاں پڑھی جاتی ہے جس پر درجنوں خطبات ہوئے ہیں وہ یہ ہے: **واذا سالک عبادی انی فانی قریب**

یہ آیت البقرہ کے 23 رکوع میں سے ہے اور اس مضمون کے ساتھ آتی ہے جہاں روزوں کا حکم آتا ہے اور روزے خدا کے قریب لانے کے دن ہوتے ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے یہ ہمارے لئے اپنی طرف سے ضمانت دی ہے کہ" **جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دعا** کرنے والے کی دعا کو جب مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔۔۔"

لیکن اگر ہم اس کو پڑھ کر بغیر سمجھے آگے چلے جائیں تو پھر حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ **اس لئے ہم یہ یقین رکھیں کہ خدا تعالیٰ قریب ہے اور ہماری دعائیں سنتا ہے اور ہم نے اپنی زندگیوں میں اپنی دعاؤں اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں کو قبول ہوتے دیکھا اور یہ ہم سب کے لئے یقین کا موجب ہیں۔ یہاں پر کوئی ایسا فرد نہیں جس کو ذاتی تجربہ نہ ہوا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ" پس چاہیے کہ وہ میری فرمانبرداری کریں" شرط فرمانبرداری ہے۔ فاذ کرونی اذکر کم میں بھی یہ شرط ہے۔ آپ اللہ کو یاد رکھو، اُس کی فرمانبرداری کرو اور کہا اس پر ایمان لاؤ۔** کمی ہمیشہ ایمان کی ہوتی ہے جب خطرات انسان کے اوپر حاوی ہوجاتے ہیں تو ایمان کمزور پڑنے لگ جاتا ہے۔

ہماری جماعت کا رہنما اصول

ہماری جماعت کا ایک رہنما اصول **(Motto)** ہے "**انا اللّٰہ معانا**" **لیکن یہ کہتے وقت وہ یقین تو دل میں ہو جو یقین رسول اکریم صلعم کا تھا یا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تھا۔ انا اللّٰہ معانا لکھ دینا، چھاپ دینا، موٹو کہلانا اور یقین کے ساتھ نہ کہنا اور نہ ماننا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔** ہمارے مشنری سکول کا بھی موٹو تھا "To which height can I not rise" وہ کونسی اونچائی ہے جس تک میں نہیں پہنچ سکتا"۔ یہ جذبہ ہمیں پادری ڈالتے تھے کہ محنت کرو گے تو تمام اونچائیاں جن کے آپ خواب بھی نہ دیکھو گے وہ بھی آپ کو مل جائیں گی اور یہی ہماری زندگیوں کے پاس اصول رہا اور یہی ہمارا چیلنج ہے کہ ہم **کہتے ہیں کہ انا اللّٰہ معانا لیکن اس کو عمل کر کے دل میں بجائے دیواروں، کاغذوں کے اور کتابوں میں لکھنے کے اپنے دلوں میں لکھیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہوگا۔**

ایک اور موٹو بھی ہے اور یہ قرآنی الفاظ حضرت صاحب کے الہامات میں بھی شامل ہیں **الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ہم سمجھیں کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور پھر ہم اس پر یقین کریں۔ تو واقعی اس کے ہوتے ہوئے اور کس کی مدد چاہیے۔**

حضرت مولانا نورالدینؒ نے فرمایا کہ تمام خطرات کے وقت قرآن کے الفاظ میرے لئے ڈھال ہیں۔ ان میں جن آیات کا انہوں نے ذکر کیا ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔۔۔۔"اللہ تعالیٰ ہماری رگ جان سے بھی قریب ہے" **اگر یقین ہوگا تو اس کو قریب پاؤ گے اور اسی سے قوت بھی آئے گی اور دوسری قرآنی آیت واللّٰہ معکم این ما کنتم "جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے" جس انسان کا یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ وہ مولانا نورالدینؒ والا یقین بن جائے جو انہوں نے کتاب "مراقات الیقین" میں درج کیا ہے۔ تو پھر جیسا انہوں نے عمل کر کے دکھایا ہم بھی کریں تو ہم پر بھی اللہ تعالیٰ وہی کرم کرے گا۔**

ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوف ضرور آتا ہے۔ لیکن اللہ پر ایمان لانے والوں کے لئے تو اللہ فرماتا ہے **ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** آخرت پر ایمان لائے اور صالح عمل کرے یہ نہیں کہ انسان خوف اور غم کو بھول جائے گا۔ یہ انسانی فطرت میں شامل ہے کہ جب خوف اور غم آئے تو پریشانی لاحق ہوجاتی ہے۔ جانوروں اور انسان کے دماغ کے نظام میں اللہ نے خوف کے نتیجہ میں جسم میں ایک غدود رکھا ہے جس سے ایڈرینا لین (Adrenaline) خارج ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ یا ڈر کی وجہ سے بھاگ جاتے ہیں یا دفاع کے لئے لڑنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کہ لڑو یا بھاگو کا نظام (Fight or Flight)۔ جانور یا مقابلہ ڈٹ کر کرے گا یا دم دبا

کر بھاگ جائے گا۔ سب جانوروں اور سب زندہ چیزوں میں جب خوف آتا ہے تو یا تو وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں یا ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ کئی دفعہ مرغی اپنے چوزوں کو بچانے کے لئے بلیوں اور کتوں کے مقابلہ پر کھڑی ہوجاتی ہے اور کبھی بھاگ جاتی ہے۔

نبیوں کو بھی کہا لا تخف موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جاتے وقت اللہ نے فرمایا: ''ڈرومت میں تمہارے ساتھ ہوں'' جب عصا کو پھینکا اور وہ اژدھا بن گیا تو آپؑ پیچھے بھاگے تو پھر اللہ نے کہا لا تخف۔

مولانا نورالدینؒ کے نزدیک خطرات کے متعلق جو تیسری ڈھال تھی وہ یہ تھی کہ اپنے سارے معاملات اللہ کے حوالے کرتے تھے کیونکہ وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ اور پھر ہم نماز میں روزانہ کھڑے ہوکر ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتے ہیں۔ نہ ہم عبادت کو ذہن میں لاتے ہیں اور نہ اس کی مدد مانگنے کو دل میں لاتے ہیں اسی لئے ہماری کمزوریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد مانگیں اور اس کی عبادت اس طرح کریں ہم اُسے دیکھ رہے ہیں یا کم از کم وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا آخری الہام

حضرت صاحب کی وفات 26 مئی 1908ء میں احمدیہ بلڈنگس میں ہوئی۔ اور آپ کو جتنے الہام ہوتے تھے اس زمانے میں اور کسی کو نہ ہوئے ان میں سے آخری الہام 15 مئی 1908ء کو ہوا جو آپ کی وفات کے بعد 30 مئی 1908ء الحکم شمارہ نمبر 35 میں چھپا ہوا ہے۔ اس الہام میں اللہ نے فرمایا کہ: ''ڈرومت مومنو!''

یہاں نہ ڈرنے کی شرط مومن ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دعائیہ میں جو نصائح دیئے جائیں ان پر ہم عمل کریں اور اُس کی وجہ سے ہمارے ایمانوں کو اللہ بہتر کرے اور ہمیں ایسے بنائے کہ ہم مومن بن جائیں اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو تسلی ہے کہ ڈرومت مومنو' وہ ہم پر بھی عملی طور پر اثر انداز ہو۔ آخر میں حضرت صاحب کی اس تقریر سے کچھ حصہ پڑھتا ہوں جو انہوں نے پہلے جلسہ میں کی تھی۔ یہ بہت قابل غور ہے۔

حضرت صاحب کی پہلے دعائیہ میں تقریر سے اقتباسات

اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول اور فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول اور فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ موجب غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اس لئے کہ تخم ریزی کی جاوے، جس سے وہ پھل دار درخت ہوجاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونا کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے وہ غنی ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہوچکی تھی ہر طرف فتح کی پیشگوئی ہوچکی تھی لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرف فتح کا وعدہ ہے تو کیوں روتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں مخفی شرائط ہوں۔

ہمیں بھی اپنے اپنے دلوں میں سوچنا چاہیے کہ ہمارے قول اور فعل میں فرق کتنا ہے کیونکہ ہمارے لئے اتنی اتنی پیشگوئیاں ہیں اور کامیابیوں کی بشارات ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیاں مشروط تھیں تو پھر ہر پیشگوئی بھی مشروط ہی ہوگی۔ اس لئے ہم بالکل لاپرواہ ہوکر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارے لئے تو اچھی خبریں ہے۔ ہم اپنے آپ کو اس قسم کے احمدی بنائیں جس قسم کی جماعت کے لئے یہ سلسلہ بنایا گیا۔ ورنہ گالیاں ہی گالیاں اور ناکامیاں آتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل والے احمدی بنائے۔ آمین

تیسری قسط

قرآن مجید میں انبیاءؑ کے حالات

اِن کے ذکر میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے(111:12)

حضرت امیر مولانا محمد علیؒ مرحوم ومغفور

حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ: جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت نوحؑ کے حالات پڑھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالات بطور قصہ بیان نہیں کئے گئے بلکہ بطور پیشگوئی کے بیان کئے گئے ہیں۔ یہی امر دوسرے انبیاءؑ کے حالات کے مطالعہ سے، جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، ثابت ہوتا ہے۔ ان حالات کو غور سے پڑھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک بیان آنحضرتؐ کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ ہر ایک بات میں، جو انبیاءؑ سابقین کے متعلق بیان کی گئی ہے، سوچنے والوں کے لئے ایک نشان اور ایک سبق ہے۔ جو جو باتیں پہلے نبیوں نے اپنی قوموں کو کہیں، وہی باتیں مکی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم پر چسپاں ہوتی ہیں۔ مثلاً سورہ ہود میں وہ اقوال درج کئے گئے ہیں جو حضرت شعیبؑ کی قوم نے اپنے نبی کو کہے۔ اور نیز وہ اقوال درج ہیں جو حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو کہے اور یہ اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم پر بھی ایسے ہی زور کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شعیبؑ اور آپ کی قوم پر چسپاں ہوتے تھے۔ مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''یعنی حضرت شعیبؑ کی قوم نے کہا اے شعیبؑ تیری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اور ہم تجھے اپنی جماعت میں بہت ضعیف دیکھتے ہیں۔ اور اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالتے اور تو ہم پر قدرت نہیں رکھتا'' (91:11) اب ہو بہو یہی بات مکہ والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے تھے۔ اس لئے جو جواب حضرت شعیبؑ کی طرف سے ان کی قوم کو دیا گیا وہ درحقیقت آنحضرتؐ کی طرف سے مکہ والوں کے قول کا جواب تھا اور وہ جواب یہ ہے: ''اے میری قوم کیا میری برادری کی عزت تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی نسبت زیادہ ہے۔ اور تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے۔ تحقیق میرا رب تمہارے کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم (تم میری برادری کا ہرگز لحاظ نہ کرو بلکہ) جہاں تک تمہارا بس چلتا ہے اپنا زور لگا لو۔ میں بھی اپنا کام کئے جاتا ہوں۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کو رسوا کرنے والا عذاب پہنچتا ہے۔ اور کون جھوٹا ہے اور تم بھی (خدا کے فیصلہ کا) انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں'' (93-92:11)

ان الفاظ میں مکہ والوں کو یہ بتلایا گیا کہ جہاں تک تم میں طاقت ہے تم میرے نابود کرنے کے لئے زور لگاؤ۔ تمہاری کوششیں کچھ کارگر نہ ہوں گی۔ کیونکہ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ اور تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس فریق کو خدا تعالیٰ عذاب دے کر اور ذلت اور ناکامی کا مزہ چکھا کر کس کی سچائی کی گواہی دیتا ہے۔ اور مکہ والوں کو کہا گیا کہ تم بھی اس الٰہی فیصلہ کا انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

میں بوجہ خوف طوالت زیادہ مثالیں اس بات کی پیش نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید میں جو کچھ گذشتہ انبیاءؑ کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ کہانیاں نہیں بلکہ پیشگوئیاں ہیں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی تباہی اور دیگر آنے والے واقعات کی قبل از وقت خبر دی گئی ہے۔ میں صرف چند اور آیات قرآنی یہاں نقل کرتا ہوں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام کو بار بار متنبہ کیا گیا کہ وہ ان انبیاءؑ اور امم کے نمونے سے سبق حاصل کریں، جن کے حالات قرآن شریف میں اسی غرض سے بیان کئے گئے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل آیات کریمہ غور سے پڑھیں تا ان کو

معلوم ہو کہ گذشتہ انبیاءؑ کے حالات کس غرض سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

(الف)'' ان سے پہلے (یعنی تیرے مخالفین سے پہلے) نوح (علیہ السلام) کی قوم نے اور عاد اور فرعون ذوالاوتاد نے اور ثمود اور قوم لوط (علیہ السلام) اور بن والوں (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم) نے نبیوں کی تکذیب کی۔ یہ تھیں بڑی جماعتیں۔ ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی پس ان پر میرا عذاب ثابت ہوا۔''(14-12:38)

ب۔'' فرعون کی قوم کے پاس ڈرانے والے آئے۔ انہوں نے (یعنی اس قوم کے لوگوں نے) ہمارے سارے نشانوں کی تکذیب کی۔ پس ہم نے ان کو پکڑا۔ جیسا ایک طاقتور قدرت والا پکڑتا ہے (بھلا اے مکہ والو بتلاؤ) کیا تمہارے کفار ان کفار سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے الٰہی کتابوں میں بریت آچکی ہے کیا وہ (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ ہم ایک بدلہ لینے والی جماعت میں ہیں۔ یہ جماعت (کفار) ہزیمت اٹھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔''(45-41:54)

ج۔'' ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی۔ اس لئے ہم نے سخت عذاب کے ساتھ پکڑا۔ پس تم کس طرح کفر کر کے اس دن سے بچ سکتے ہو جو (سخت عذاب کی وجہ سے) بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔''(17-15:73)

د۔'' ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور ان قوموں کا جو اُن سے بھی پہلے تھے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے نشانوں کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔ اللہ تعالیٰ طاقتور اور عذاب دینے میں سخت ہے...... ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور ان قوموں کا جو اُن سے پہلے تھے۔ انہوں نے اپنے رب کے نشانوں کی تکذیب کی سو ہم نے ان کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور سب ظالم تھے۔''(54-52:8)

ھ۔'' اس ولی زندگی میں بھی ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی نصرت کرتے ہیں اور اس دن بھی جبکہ گواہ کھڑے ہوں گے''۔(51:40)

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن شریف میں جو قصص پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کے بیان کئے گئے ہیں، وہ یونہی کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کئے گئے بلکہ وہ ایک غرض اور مدعا رکھتے ہیں۔ یعنی اُن میں سے ہر ایک پیشگوئی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ذلت اور ہلاکت اور دیگر امور متعلقہ کی خبر دی گئی ہے۔ ان قصوں میں آنحضرتؐ کے لئے تسلی اور بشارت تھی اور آپ کے دشمنوں کے لئے ہلاکت کی خبر تھی۔ اور نہ صرف عام طور پر مومنوں کی کامیابی اور دشمنوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی بلکہ ان قصوں میں سے بعض میں تو آنحضرتؐ کی زندگی کے آنے والے واقعات کو بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا گیا تھا۔ میں اوپر قرآن شریف کی وہ آیات درج کر چکا ہوں جن میں آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰؑ سے مشابہت دی گئی ہے۔ اور آپ کے دشمنوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ ایسی ہی سزا کے منتظر ہیں جو فرعون کو دی گئی تھی (دیکھو آیات نمبر ج اور د) چنانچہ ہم انہی آیات کے مطابق آنحضرتؐ کی زندگی اور حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ایک گہری مشابہت پاتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ نے اسی مشابہت کی طرف اشارہ کیا جب آپ نے مکہ کے بدقسمت انسان ابوجہل کو فرعون **هذه الامة** کا خطاب دیا۔ دیکھو! جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اپنے ہمراہیوں سمیت ملک مصر سے بھاگے ایسا ہی آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ کو شہر مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ اور جیسا فرعون نے طیش میں آکر بھاگنے والے اسرائیلیوں کا اپنے شکر سمیت تعاقب کیا ایسا ہی مکہ کے فرعون نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ پر ہجرت کے بعد چڑھائی کی۔ مگر اس کا وہی انجام ہوا جو فرعون کا ہوا تھا۔ یعنی جیسا فرعون حضرت موسیٰؑ اور آپ کے ہمراہیوں کی آنکھ کے سامنے غرق ہوا ایسا ہی ملک عرب کا فرعون اپنے ہمرکاب سرداروں کے ساتھ آنحضرتؐ اور آپ کی جماعت کی آنکھوں کے سامنے غرق

ہوا۔لیکن حضرت موسیٰ کے دشمن فرعون مصر اور اس کے ہمراہیوں کے غرق ہونے کے لئے تو دریا کی ضرورت پڑی مگر آنحضرتؐ کے دشمن فرعون عرب اور اس کے ساتھیوں کو خدا کی غیرت نے خشکی ہی میں غرق کر دیا اور اس طرح خدا تعالیٰ کا وہ کلام پورا ہوا جو کئی سال پہلے شہر مکہ میں نازل ہوا تھا۔اور جس کے الفاظ یہ ہیں ''فرعون کے لوگوں کی طرح اور جوان سے پہلے ہوئے،انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا۔سو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔اللہ طاقتور سزا دینے میں سخت ہے''۔(8:52-54)

حضرت یوسفؑ کے حالات: قرآن مجید میں سب سے لمبا قصہ حضرت یوسفؑ کا ہے۔اور اس لئے مناسب ہے کہ دیکھا جاوے کہ آیا اس قدر لمبے حالات صرف دل لگی کے طور پر بیان کئے گئے ہیں یا ان کے بیان کرنے میں اسی قسم کے اغراض مدنظر ہیں۔جیسے کہ دوسرے انبیاءؑ کے حالات بیان کرنے میں مدنظر ہیں۔راڈویل مترجم قرآن کہتا ہے کہ ''حضرت یوسفؑ کا قصہ اس بات کا ایک صریح ثبوت ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہودیوں کے علماء کے ساتھ خفیہ تعلقات رکھتے تھے''۔اور میور لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیوں سے سنے ہوئے قصوں کا نام وحی الٰہی رکھ کر لوگوں کو عمداً دھوکا اور فریب دینا شروع کر دیا تھا۔غرض ان ہر دو مسیحی بزرگوں کی رائے ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت یوسفؑ کے حالات مخفی طور پر یہودی علماء سے سیکھے اور پھر ان کا نام وحی الٰہی رکھ کر ان کو اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا۔یہ ایسے کمینہ اعتراضات ہیں کہ ان سے خود معترضین کا کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے۔

ایک طرف قرآن شریف میں سورہ یوسف کا مطالعہ کرو اور دوسری طرف بائبل کی کتاب پیدائش کا وہ حصہ پڑھو جس میں حضرت یوسفؑ کے حالات درج ہیں۔آپ پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ قرآن شریف میں جو حضرت یوسفؑ کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ وحی الٰہی کے پاک سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہیں۔اور پیدائش کی کتاب کا قصہ انسانی ہاتھوں کی تحریر ہے۔جو الہام الٰہی کے نور سے بالکل خالی ہے۔اور جس کی بنا صرف قومی روایات پر ہے اور بس۔کتاب پیدائش کا مصنف ہمیں صرف ایک داستان سناتا ہے۔اس سے زیادہ اس کی کوئی غرض نہیں۔وہ اس قصہ کو صرف قصہ کی خاطر بیان کرتا ہے۔اس ساری کہانی کو کتاب پیدائش میں اول سے آخر تک پڑھ جاؤ اور تمہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملے گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ کہانی بیان کرنے والے کی غرض کہانی بیان کرنے کے سوا کچھ اور بھی تھی۔اس کی غرض یہ نہیں کہ اس کہانی سے کوئی سبق حاصل کیا جاوے یا کوئی نتیجہ نکالا جاوے، بلکہ وہ صرف ہمیں ایک کہانی سناتا ہے۔تاکہ ہم اس کہانی کو سن کر خوش ہوں۔اگر کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ غرض ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ایک تاریخی واقعہ کو قومی روایات میں سے جمع کر کے قلم بند کیا جاوے۔اس سے بڑھ کر کوئی غرض کتاب پیدائش کے مصنف کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔اپنے طور پر مسیحی صاحبان خواہ ہزار نتیجے اس داستان سے نکالیں،مگر اس کہانی کا لکھنے والا کسی نتیجہ کی طرف اشارہ نہیں کرتا اور کہیں قارئین کی توجہ کو اس طرف نہیں پھیرتا کہ اس داستان سے کوئی سبق حاصل کیا جائے۔اگر مسیحی صاحبان اس سے کوئی نتیجہ نکالیں تو ایسا ہی وہ رامائن اور مہا بھارت کے افسانوں سے بھی کئی ایک سبق حاصل کر سکتے ہیں۔اور کئی نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود افسانہ گو کی بھی یہ غرض تھی کہ اس قصہ کے ذریعہ لوگوں کو کوئی سبق سکھائے یا کوئی صداقت اُن کے ذہن نشین کرے۔برخلاف اس کے کہانی کے پڑھنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ اس کی غرض صرف ایک کہانی بیان کرنا ہے اور بس۔مگر جو حالات حضرت یوسفؑ کے قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کا یہ حال نہیں۔

قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے حالات بطور قصہ اور کہانی کے بیان نہیں کئے گئے۔اور نہ یہ ثابت کرنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی اور پوشیدہ کہانیوں کو بھی بیان کر سکتے ہیں۔قرآن شریف میں یہ حالات اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم اُن سے بڑے بڑے عظیم الشان نتائج اخذ کریں۔اور جا بجا ان نتائج کی طرف صریح الفاظ میں توجہ

بھی دلائی گئی ہے۔ مثلاً انہی الفاظ پر غور کرو جن کے ساتھ یہ بیان شروع کیا گیا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں حضرت یوسفؑ اور آپ کے بھائیوں کے حالات میں (جو قرآن شریف میں بیان کئے جاتے ہیں) حق کی تحقیق کرنے والوں کے لئے ایک نشان نہیں بلکہ کئی نشانات ہیں۔ اس طرح ابتداء میں ہی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ جو حالات اب بیان کئے جاتے ہیں اس میں حق کی جستجو کرنے والوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں جن کے ذریعہ وہ حق کی شناخت کر سکیں گے۔ پھر ان الفاظ پر غور کرو جن کے ساتھ یہ بیان ختم ہوتا ہے اور وہ الفاظ ہیں **ذلک من انبآء الغیب نوحیہ الیک** (102:12) یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ پس قرآن شریف حضرت یوسفؑ کے حالات کو بطور انباء الغیب یعنی غیب کی خبروں کے پیش کرتا ہے۔ یعنی قرآن شریف کے نزدیک ان حالات میں آنے والے پوشیدہ واقعات کی خبریں قبل از وقت بیان کی گئی ہیں۔ یہی امر اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے **وما کنت لدیھم اذ اجمعوآ امرھم وھم یمکرون.** (102:12) یعنی تو ان کے پاس نہ تھا جب انہوں نے (حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے) اپنی بات پر ایکا کیا درحالیکہ وہ مخفی تدبیریں کر رہے تھے اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے برخلاف مشورہ کیا، ایسا ہی تیرے بھائی (قریش کے سردار) تیرے برخلاف ایک آنے والے زمانہ میں مخفی طور پر سازش کریں گے۔ تاکہ تجھے نابود کر دیں۔ اس سے اگلی عبارت میں ہے کہ اگرچہ لوگ تیرے بھائیوں کی سازشوں سے تیری نجات کا نشان دیکھیں گے مگر **وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین** (103:12) اکثر ان لوگوں میں سے تجھ پر اس نشان کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ تیری بڑی خواہش ہے کہ یہ لوگ ایمان لا کر عذاب الٰہی سے بچ جاویں۔ قسط سوم: مطبوعہ در اشاعت (22 اکتوبر 1942ء)

جنت دوزخ کی حقیقت

''یہ کیسی صاف بات ہے کہ جس طرح بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے اسی طرح پر دوزخی زندگی بھی یہاں سے شروع ہوتی ہے، دوزخ کے بارے میں فرمایا ہے''**نا رالله الموقدة التی تطلع علی الافئدة**'' یعنی دوزخ وہ آگ ہے جس کا منبع خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور وہ گناہ سے پیدا ہوتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس آگ کی جڑھ وہ ہموم وغموم اور حسرتیں ہیں جو انسان کو اس دنیا میں گھیرے رہتی ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے شروع ہوتے ہیں جس طرح تمام روحانی سروروں کا منبع بھی دل ہے اور دل ہی سے شروع بھی ہونی چاہئیں کیونکہ وہی ایمان یا بے ایمانی کا منبع ہے اسی طرح ایمان یا بے ایمانی کا شگوفہ بھی پہلے دل سے ہی نکلتا ہے اور پھر تمام بدن اور اعضاء پر اس کا عمل ہو جاتا ہے اور آخر سارے جسم پر محیط ہو جاتا ہے پس خوب یاد رکھو کہ انسان اپنا بہشت یا دوزخ اسی دنیا سے ساتھ لے جاتا ہے اور یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان ہر دو کا مبداء اور منبع روحانی امور ہیں ہاں یہ سچ ہے کہ عالم معاد میں یہ روحانی امور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر نظر آئیں گے۔ اس ضروری امر میں ساری قوموں نے دھوکا کھایا ہے اور اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کئی لوگ تو خدا کے منکر ہی ہو گئے اور کئی تناسخ کے قائل ہو گئے۔ الغرض کسی نے اس حقیقت کو کچھ سمجھا اور کسی نے کچھ۔

(الحکم جلد 5 ص 42)

دورہ پشاور کے موقع پر محترم جنرل سیکرٹری شکیل ہمایوں صاحب کا پشاور جماعت کے احباب سے خطاب

مورخہ 27 اپریل 2018ء

میرے قابل قدر بزرگو! بھائیو! اور یہاں بیٹھے نوجوانو! آپ سب کو میری طرف سے اور خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دِلی دعاؤں کے ساتھ میری وساطت سے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

آج کل وہ بیرونی دورہ جات کے سلسلہ میں ملک سے باہر ہیں۔ ان کے دورہ جات کے متعلق آپ کو مختصر طور پر آگاہ کرتا چلوں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے برلن تشریف لے گئے تھے۔ جیسا کہ آپ سب احباب جانتے ہیں کہ ہمارے امیر حضرت مولانا صدرالدینؒ نے آج سے تقریباً سو سال پہلے ایک عظیم الشان مسجد برلن میں تعمیر کروائی تھی جو کہ یورپ میں ہماری مساعی کو پروان چڑھانے میں انتہائی مددگار اور اہم حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کافی عرصہ سے رینویشن کے مراحل میں سے گذر رہی تھی اور اب اللہ کے فضل و کرم سے تکمیل کے مرحلہ تک پہنچ گئی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رینویشن مکمل ہونے پر اس کا افتتاح کیا جس کی تقریب میں بہت سے احباب نے شرکت کی اور احسن طور پر اس تقریب کا انعقاد ہوا۔ اس تقریب سے فراغت کے بعد حضرت امیر ہالینڈ تشریف لے گئے جہاں پر ہالینڈ کی جماعت نے ایک چرچ کو خرید کر مسجد کی عمارت میں تبدیل کیا ہے۔ آپ نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ یورپ کا سالانہ جلسہ جو سابقہ سال برلن میں ہوا تھا اور اس سال اس کا انعقاد ہالینڈ میں کیا گیا آپ نے اس میں شرکت فرمائی۔ ہالینڈ کا یہ جلسہ انتہائی خوبصورت اور منظم انتظامات کے ساتھ منعقد ہوا جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے احباب نے شرکت کی جن میں انگلینڈ، سرینام، جرمنی، فیجی وغیرہ کے چیدہ چیدہ نام شامل ہیں۔ یہ مختصر حالات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیرونی دورہ جات کے ہیں ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت و تندرستی سے رکھے اور اپنی نصرت و تائید سے نوازے۔

آپ سب احباب کو علم ہے کہ ہر رمضان، تربیتی کورس اور سالانہ دعائیہ سے قبل حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ تمام پاکستان کی جماعتوں میں تشریف لے جاتے ہیں بوجہ بیرون ملک دورہ جات وہ اس دفعہ آپ احباب کے پاس تشریف نہ لا سکے اور ان کی غیر موجودگی میں ہمیں ہی آنا پڑا جو ہمیں اچھا محسوس تو نہیں ہو رہا لیکن مجبوری تھی کہ وہ رمضان کے بالکل نزدیک بیرونی دورہ جات سے واپس تشریف لا رہے تھے تو رمضان میں مرکز سے نکلنا ان کے لئے انتہائی مشکل امر تھا۔ دو چار چیزیں ہیں جن کی جانب ہم آپ کی توجہ مبذول کروانے کے لئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ گو آپ احباب پہلے بھی ان سے کماحقہ واقفیت رکھتے ہیں، لیکن بحیثیت جنرل سیکرٹری اور بحکم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ احباب کی توجہ ان اہم امور کی جانب کرواؤں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ 16 یا 17 مئی کو رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ اس میں تمام مسلمانوں کا رجحان عبادت کی جانب بڑھ جاتا ہے مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں۔ لوگ اپنی لغزشوں اور خطاؤں کی بخشش کے لئے مکہ اور مدینہ کی جانب عازم سفر ہوتے ہیں، ہر ایک مسلمان استطاعت کے مطابق خدا کے قرب کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہمارے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ ہمارے احباب کو مساجد میں مل بیٹھ کر خدا کے قرب کے حصول کے لئے کوشش کرنے کی راہ میں انتہائی دشواریاں آڑے آنے لگیں۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اب ہوا کافی حد تک سازگار ہے اور ملکی حالات بہتری کی جانب گامزن ہیں اور بہت بہتر ہوئے ہیں۔ تو میری آپ تمام بھائیوں سے، بزرگوں سے اور خاص طور پر نوجوانوں سے درخواست ہے، نوجوانوں سے اس لئے کیونکہ ان بزرگوں نے جو یہاں تشریف فرما ہیں اپنا فرض احسن طور پر ادا کر دیا کہ وہ آپ کو اس مسجد کی دہلیز تک لے آئے۔ یہ بزرگ انتہائی قیمتی بزرگ ہیں ہمارے صاحبزادہ سید لطیف صاحب، ڈاکٹر مختار احمد صاحب، صاحبزادہ حلیم صاحب اور یہاں بیٹھے تمام بزرگ

ہمارے نوجوانوں کے لئے رول ماڈل ہونے چاہئیں۔ یہ بزرگ آپ کو مسجد میں لے آئیں ہیں اب آپ لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ اپنی آنے والی نسل کے لئے آپ رول ماڈل بننے کی کوشش کریں۔ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ مسجدوں میں لے کر آئیں۔ یہ بزرگ تو اللہ کے ہاں سرخرو ہیں ان لوگوں نے اللہ، رسولؐ اور مسیح موعودؑ کا پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے اب آپ کا فرض ہے کہ اس جماعت کو آگے لے کر چلیں۔ ہم ان بزرگوں کا شکرادا کرنا چاہیں تو ان کی کوششوں اور مساعی کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہ بزرگ انتہائی نیک اور پاکیزہ بزرگ ہیں اور ان کی نیکیوں کا اجر صرف اللہ کی ذات ہی دے سکتی ہے۔ یہ بزرگ انتہائی مخالفت کی تند و تیز آندھیوں میں جماعت کو 70 سال سے سنبھالے بیٹھے ہیں۔ گو آج ہم پر بھی بُرا وقت ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے لئے اس ملک میں انتہائی برا وقت ہے۔ لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی کیونکہ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ ہمارا کوئی ہمدرد اور مددگار نہیں لیکن اللہ۔ ہمیں خود ہمت کرنی ہے اور خدا کی راہ میں آگے آنا ہے۔

ہمیں اپنے اعمال کو اپنے کردار کو اپنی ذات کو اس قابل بنانا ہے کہ لوگ ہماری مثالیں دیں جیسے ہمارے بزرگوں کی دی جاتی تھیں۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے، یہ وہ سچے لوگ ہیں جن کا کردار ان کی گواہی دیتا ہے۔ ہم اپنے کردار سے پہچانے جاتے تھے اور اب بھی کردار سے پہچانے جانے چاہئیں۔ بدقسمتی سے آج ہم میں بھی بہت سی کمزوریاں آ گئی ہیں۔ ہم علم سے دور ہو گئے ہیں، ہم نے دینی علوم کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم قرآن سے دور ہو گئے ہیں، ہمیں انتہائی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان دینی اور دنیاوی علوم کی جانب لوٹیں۔ نوجوان آگے بڑھیں اور اس جماعت کی باگ ڈور کو سنبھالیں۔ یہ پشاور جماعت اتنی بڑی جماعت تھی کہ پورا دارالسلام پشاور جماعت سے بھر جاتا تھا۔ احمدیہ بلڈنگس پشاور کے احباب سے بھر جاتی تھی لیکن آج غور کریں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم کس موڑ پر آ گئے ہیں ہماری مساجد ویرانی کی جانب جا رہی ہیں۔ لوگ باتیں کر رہے ہیں کیوں؟ کیونکہ ہم ہی نے مساجد کی جانب جانا چھوڑ دیا ہے۔ اللہ اپنے گھروں کو غیر آباد نہ ہونے دے گا لیکن ہم ایسا موقعہ ہی کیوں دیتے ہیں کہ لوگ ہماری مساجد کو غیر آباد سمجھیں اور قبضہ کر لیں۔ میری آپ تمام نوجوانوں سے انتہائی دردمندانہ گذارش ہے کہ ان اپنے بزرگوں (اللہ ان کو لمبی زندگیاں دے) کے رستہ کو اختیار کر لیں اور رمضان کا یہ جو بابرکت مہینہ آ رہا ہے اس میں خصوصیت سے اپنے اوقات میں سے وقت نکالیں، پانچ وقت کی نماز کو مسجدوں میں یقینی بنائیں۔ اور جس کو جس نماز کا وقت میسر آ جائے وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔ تراویح کی نماز لازماً مسجد میں ادا کریں۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ تردد کر کے تراویح کی نماز میں آئیں اور میں طیب اسلام صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پورا قرآن تراویح میں ختم کرائیں۔ اس مہینہ میں قرآن اُترا ہے تو آپ قرآن کو پڑھ کر نہ ہو تو سن کر تو ختم کر لیں۔ اس لئے آپ سب سے درخواست ہے کہ تردد کر کے اور تنگی برداشت کر کے قرآن سننے کے لئے مسجد میں تشریف لائیں۔ اس چھوٹی سی تنگی برداشت کرنے سے کچھ نہ ہو گا اللہ اس کی بدولت آپ کی زندگیوں میں اتنی آسانیاں پیدا کر دے گا کہ آپ تخیل میں بھی نہیں لا سکتے۔ بے شک حالات مشکل ہیں بہت ساری مشکلات ہیں لیکن کیا ہم ایک مہینہ بھی اللہ کے لئے نہیں نکال سکتے۔ جس نے ہمیں سب کچھ دیا، صحت دی، تندرستی دی، نعمتیں دی، اولاد دی، کیا کچھ اس نے ہمیں نہیں دیا، مختلف نعمتوں سے نوازا۔ اس اللہ رب العزت کے لئے اتنا سا وقت بھی نہیں نکال سکتے کہ ایک مہینہ اللہ کے لئے خاص کر دیں۔ ویسے تو ہمیں سارا سال ہی اللہ کی عبادت کو جاری رکھنا چاہیے اور نماز تو ہر حال میں فرض ہے۔ لیکن کم از کم رمضان کا مہینہ تو ہمیں اللہ کے لئے خاص کرنا چاہیے تاکہ ہم اپنے گناہوں کو بخشوا سکیں۔ اس جذبے کے ساتھ آئیں کہ ہم نے اپنی جماعت کو لے کر آگے بڑھنا ہے۔ یاد رکھیں نوجوان کسی بھی تنظیم کی، جماعت کی، ملک کی سب سے بڑی طاقت ہوتے ہیں۔ میں خاص طور پر اپنے بزرگوں کا دوبارہ شکرگزار ہوں کہ وہ ان بچوں اور نوجوانوں کو یہاں لے کر آئے۔ اب یہ فرض نوجوانوں پر ہے یہاں اویس صاحب ہیں، شیراز صاحب ہیں، فرمان صاحب اور باقی نوجوان ہیں یہ اب ان سب کا فرض ہے کہ یہ بچوں کو مساجد میں لے کر آئیں۔ ہمارے گھروں میں سب سے بڑا کردار ماں کا، بہن کا، بیٹی کا ہے۔ ہمارے آقا نبی کریم صلعم ان عورتوں کو مسجد میں لے کر آئے اور اس دور میں آپ کی جماعت کا سب سے بڑا خاصہ ہے کہ اس ملک میں عورتیں جو مساجد میں آتی ہیں وہ آپ کی جماعت کی عورتیں ہیں۔ شروع میں لوگوں نے عورتوں کے مساجد آنے پر اعتراض کیا آج ساری دنیا کے مسلمان اس

بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ عورتوں کو مساجد میں آنا چاہیے۔ جو جو کام آپ کے امام نے بتائے تھے۔ آج ساری دنیا عملی طور پر ان کاموں کے پیچھے چل رہی ہے۔ مسلم دنیا سو سال بعد اس چیز پر آئی ہے جس پر ہمارے امام نے سو سال پہلے ہمیں کھڑا کیا تھا۔ ان تعلیمات کا بچوں کو کس طرح علم ہوگا؟ آپ کے بزرگ آپ کو مسجدوں میں لے کر آئے تھے تو آج آپ یہاں موجود ہیں۔ آپ اپنے بچوں کو لے کر نہیں آئیں گے تو کل کو وہ کس طرح مسجد میں آئیں گے۔ ہماری تمام مسجدوں میں عورتیں آتی ہیں، ہم نے شروع سے اپنی مساجد کو عورتوں سے بھرا دیکھا ہے۔ اس مسجد میں ہماری مائیں، بہنیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر آتی تھیں۔ جمعہ کا ایک دن مسلمانوں کی عبادت اور نصائح کے لئے مخصوص ہے، میں درخواست کروں گا اپنے بزرگوں سے کہ ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اس دن مسجد میں لے کر آئیں۔ خدا کے لئے مسجدوں سے ناطہ نہ توڑیں اگر مسجدوں سے ناطہ ٹوٹ گیا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ ہم اللہ کے آگے کیا جواب دیں گے ہم اللہ کو کیا جا کے بتائیں گے یہ کہ ہم نے اپنی اگلی نسل برباد کر دی۔ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو کیا چہرہ دکھائیں گے۔ کس منہ سے ان کے سامنے جائیں گے۔ ان کی جماعت کے تو ہم رکھوالے بنے تھے اور ان کی جماعت کو ہم آگے لے کر نہ جا سکے۔ کیا لوگ ہمیں یاد کریں گے اور کن لفظوں میں یاد کریں گے۔ اللہ نے موقع دیا ہے ہمارے نوجوانوں کو وہ جہاں جہاں بھی ہیں جس جگہ پر بھی ہیں وہ آگے بڑھیں ابھی کچھ نہیں گیا، ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ آپ نوجوان ایک پختہ عزم کر لیں۔ اور احمدیت کو اپنی کمزوری نہ بنائیں بلکہ احمدیت کو اپنی طاقت بنائیں۔ یہ آپ لوگوں کی طاقت ہے۔ آپ نبی کریم صلعم کے حقیقی پیغام کی داعی جماعت ہیں۔ آپ لوگوں نے نبی کریم صلعم کے صحیح پیغام کو پہنچایا ہے اور پہنچانا ہے۔ ہماری جماعت کوئی سیاسی جماعت نہیں۔ ہماری جماعت صرف اللہ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اس میں جب تک ایک ایک بچہ، ایک ایک بڑا، ایک ایک نوجوان اس کا حصہ نہ ہوگا تو یہ جماعت آگے نہ چل سکے گی۔ یہاں کے مقامی لوگوں کو، نوجوانوں کو اکٹھا ہونا ہوگا اور جماعت کے کاموں میں ہاتھ بٹانا ہوگا۔ مہینہ میں ایک دفعہ یا پندرہ دن بعد اکھٹے ہوا کریں مسجد میں علمی مباحثات کا انعقاد کریں تا کہ آپ کے علم میں اضافہ ہو اور آپ لوگوں کے اعتراضات کا علمی جواب دے سکیں۔ آپ لوگوں کے پاس اتنا بڑا علمی خزانہ ہے، اتنی اعلیٰ پایہ کی کتابیں ہیں جو آپ کے بزرگوں حضرت مولانا محمد علیؒ، حضرت مولانا صدر الدینؒ اور خصوصیت سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر دن میں کچھ وقت ان کو پڑھ لیں اور بیان القرآن جس کو غیر احمدی علماء مانگ مانگ کر لے جاتے ہیں یہ مولانا محمد علیؒ کا بہت بڑا علمی خزانہ جو وہ اپنی جماعت کے لئے چھوڑ گئے ہیں تو کیا ہم اس کو پڑھ بھی نہیں سکتے۔ آپ بیان القرآن کو دو سے تین دفعہ پڑھ لیں آپ کی تمام دینی ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ آپ کی آنکھیں اس کو پڑھنے سے روشن ہو جائیں گی اور آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اسلام بنیادی طور پر ہے کیا۔ آپ کو تمام دینی ضروریات اس میں سے مل جائیں گی۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس میں نہ ملے۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اپنا وقت اللہ کے لئے نکالیں اور خصوصیت سے اللہ کے گھروں کو آباد کریں۔ اگر اللہ کے گھروں کو آباد نہ کریں گے تو ہمارے گھر بھی آباد نہیں ہو سکتے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کے گھروں کو ویران کریں اور ہمارے گھر آباد ہو جائیں۔ اس رمضان کے بابرکت مہینہ سے ہی اللہ کے گھروں کو آباد کرنے کی سعی کو شروع کر دیں۔

میں طیب اسلام صاحب کو بحیثیت جنرل سیکرٹری اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہو اور یہاں پر رہنے والے تمام نوجوانوں سے التماس کرتا ہوں کہ اس بات کو یقینی بنانے میں ان کی مدد کریں۔ ہمیں ایک تو اس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دینی ہے دوسرا جیسا کہ میرے بھائی فضل حق صاحب نے آپ کو بتایا کہ تربیتی کورس شروع ہونے والا ہے تو یاد رکھیں یہ تربیتی کورس صرف ایک کورس نہیں اس میں ہم اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کو رہن سہن کا، بڑوں کے ادب و احترام کا، مسجد کے آداب کا، بنیادی اسلام کا علم ان پندرہ دنوں میں دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے میل ملاپ اور جماعت کے احباب سے تعلقات اور اکٹھے مل کر کام کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے تو آپ احباب سے درخواست ہے کہ اس میں شمولیت سے کوتاہی نہ کیا کریں۔ اپنے بچوں کے ساتھ ظلم نہ کریں۔ یہ تربیتی کورس بہت اچھے موقع پر آ رہا ہے وقت نکالیں اس دفعہ رمضان بھی نہیں ہے اور چھٹیاں بھی ہیں۔ آپ خود بھی آئیں اور جو پورے پندرہ دن نہیں آ سکتے

وہ کچھ دن وقت نکال کر آجائیں لیکن آئیں ضرور۔ شمولیت ضرور اختیار کریں۔ میری اولیں بھائی سے درخواست ہے کہ ضرور تشریف لائیں اور اپنے بچوں کو بھی لے کر آئیں۔ بہت سے بھائی ہیں جو یہاں موجود ہیں لیکن تربیتی کورس میں شمولیت اختیار نہیں کرتے تو سب احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے وقت میں سے وقت نکالیں۔ وہ خود بھی آئیں ہمارے بچوں کو لائیں اور ہماری بچیوں کو بھی لائیں اور مائیں بھی آئیں سب کے سب گھر والے اس میں شرکت کریں۔ سال میں ایک دو مواقع آتے ہیں۔ پندرہ دن تربیتی کورس کے اور تین چار دن سالانہ دعائیہ کے ہم اللہ کی خاطر ان کاموں کے لئے اتنا قلیل سا وقت نہیں نکال سکتے۔ 365 دنوں میں سے 20 دن نہیں نکال سکتے ہم اللہ کی خاطر۔

پھر اس کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ وہ اس جماعت کو چلانے کا نظم ونسق وہ آپ لوگوں کے چندوں سے ہوتا ہے جب آپ اللہ کی راہ میں مال دیتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ اللہ اس کو دس گنا اور سو گنا اور سات سو گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ ہمیشہ یہ بات اپنے مدنظر رکھیں کہ اللہ کے رستہ میں دیا ہوا مال کبھی بھی بیکار نہیں جاتا۔ اپنے ماہانہ چندہ کو اولین اہمیت دیں۔ اس کی ہماری جماعت کے لئے بہت بڑی اہمیت ہے۔ امام وقت نے جو اس کو اہمیت دی ہے وہ ایسے نہیں دی اس کی ایک وجہ تھی کہ جب آپ اپنی گرہ میں سے نکال کر دیں گے۔ کوئی شخص جو اپنے کاروبار میں سے نکال کر دے گا۔ کوئی ملازمت پیشہ اپنی تنخواہ میں نکال کر دے گا تو اس کی Affliation بڑھ جاتی ہے جماعت کے ساتھ اس کا Interest بڑھ جاتا ہے کہ میں نے اپنے خون پسینے کی کمائی اس میں دی ہے تو اس کا شوق بڑھ جاتا ہے جماعت کے ساتھ اور آہستہ آہستہ وہ شوق اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگتا ہے۔ آپ کی جماعت کا کام ان ہی چندوں سے چلتا ہے۔ بیرونی ممالک میں جو قرآن کی اشاعت ہو رہی ہے مختلف زبانوں میں تراجم کروا کے مفت تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی جماعت یہ کام نہیں کر رہی لوگ کاروبار کرتے ہیں صرف آپ کی جماعت اس قرآن کی مفت اشاعت کرتی ہے۔ اس پر لاکھوں روپے خرچ آتے ہیں۔ یہ قرآن کے تراجم دنیا کی لائبریریوں میں، کالجوں میں ہر جگہ پہنچ رہے ہیں۔

جرمن میں، رشین میں، ڈچ میں، ٹرکش میں اور دنیا کی تمام معروف زبانوں میں ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ اور یہ اتنا بڑا نیکی کا کام ہے جو آپ کی جماعت کے ذمہ لگا ہوا ہے جو مسیح موعودؑ کی جماعت ہے جنہوں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا تھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے گی۔ اور یہ بہترین موقع ہے ہمیں اپنے آپ کو ثابت کرنے کا۔ ان چیزوں پر غور کریں ہم نے اب یہ عزم کیا ہے کہ اپنی تمام مساجد کو دوبارہ آباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اتنی ہمت دے اور اتنی طاقت دے کہ آپ دلیری سے اللہ کے گھروں کو آباد کر سکیں۔ ہم کوئی غلط کام نہیں کر رہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ احمدیت کو اپنی کمزوری نہ بنائیں بلکہ اپنی طاقت بنائیں۔ ایک جگہ پر جم کر کھڑے رہیں۔ آپ وہ مجاہد لوگ ہیں جو اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ آپ وہ ہیں جو سوکھے پتوں کی طرح جھڑے نہیں بلکہ احمدیت کے پانی سے تر و تازہ اور شاداب ہیں۔ آپ قیمتی نفوس ہیں آپ جس وقت جماعت کے ساتھ کھڑے اور جن حالات میں کھڑے ہیں ان کا تو کوئی مول ہی نہیں۔ اتنے بُرے اور سخت حالات میں آپ نے احمدیت کا ساتھ دیا ہے۔ اب انشاء اللہ خدا کے فضل سے اچھا وقت آنے والا ہے۔ کبھی قوموں پر بُرے حالات نہیں رہتے اور جب اچھا وقت ہوگا تو آپ ہی اولین لوگوں میں لکھے جائیں گے۔ اللہ آپ سب احباب کا حامی و ناصر ہو۔ جماعت میں جب کسی کو ضرورت ہوگی ہم سب مل کر کھڑے ہوں گے۔ جہاں آپ کو میری ضرورت ہو میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ جہاں ایک فرد کو مسئلہ ہو تو گویا تمام جماعت کو مسئلہ ہے۔ کسی ایک بھائی کی تکلیف ساری کی ساری جماعت کی تکلیف ہے۔ میری اپنے نوجوانوں سے ایک اور درخواست ہے کہ وہ شادیاں جماعت میں کریں۔ سب سے بڑا نقصان جو ہماری جماعت کو ہوا وہ جماعت سے باہر شادیاں کرنے سے ہوا۔ تمام نوجوان خود یہ قدم اٹھائیں میں تمام جماعتوں میں بار بار یہی درخواست کرتا ہوں کہ جماعت میں شادیاں کریں جماعت میں شادیاں کریں۔ اگر اب سے ہم یہ سوچ لیں کہ ہم نے جماعت میں شادیاں کرنی ہیں تو آنے والے پانچ دس سالوں میں ہماری جماعت انتہائی ترقی اور استحکام حاصل کر لے گی۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ہم اکٹھے رہیں۔ ہم میں سے لوگ باہر نکل گئے اور ہم کمزور ہو گئے ہماری بیٹیاں غیر احمدیوں کی طرف بیاہی گئی، بچے ہمارے باہر بیاہے گئے اور اس وجہ سے وہ جماعت سے دور ہو گئے۔ آج اگر وہ جماعت کے ساتھ ہوتے تو ہم ایک بہت بڑی جماعت ہوتے۔ (بقیہ صفحہ 19)

مسئلہ تکفیر بین المسلین اور معیارِ مسلمانی!

حفیظ الرحمٰن شیخ مرحوم مغفور

مسلمان کون ہے؟ اس بات کا تعین کرنا اس قدر سادہ اور اتنا عام فہم ہے کہ اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اسلام کے ماخذات یعنی قرآن، سنت و حدیث نبویؐ اور کتب فقہ کے مطالعے سے دین اسلام کا جو خلاصہ سمجھ میں آتا ہے وہ یہی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا ہے یعنی یہ کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے تو پہلے اُسے غسل کرنا پڑتا ہے اور پھر اپنی زبان سے دو گواہیاں دینا پڑتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور دوسری یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اپنی زبان سے یہ اقرار کر لینے کے بعد وہ شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ عنوان ''غسل کرنا جب اسلام قبول کرے'' باب 317 پارہ 2 میں ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث مبارک ہے کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سوار نجد کی طرف بھیجے تو وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ کر لائے جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا۔ انہوں نے اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا اسے کھول دو۔ پس وہ (ثمامہ بن اثال) کھجور کے درختوں کے پاس، جو مسجد کے قریب ہی تھے، گیا اور غسل کیا اور پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں'' چنانچہ ان دو گواہیوں سے ثمامہ بن اثال مسلمان ہو گیا جس کے بعد کسی کو یہ حق اور اختیار حاصل نہیں تھا کہ اسے مسلمان تسلیم نہ کرتا لیکن اس اصول کے باوجود ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ پاکستان میں کفر سازی کے شائقین، مذکورہ بالا معیار کو نظر انداز کر کے ذاتی اغراض کی تکمیل اور لالچ دنیا میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ انہیں اپنے چاروں طرف کافر ہی کافر نظر آتے ہیں، ان کی آنکھیں کسی مسلمان کو تلاش نہیں کر سکتیں۔ تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ ماضی میں فتاوائے تکفیر نے ایسی ناپسندیدہ فضاء پیدا کر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر آج تک مذہب کے نام پر مسلمانوں کے ہاتھوں ہی سے مسلمانوں کے خون سے جو وحشت ناک ہولی کھیلی جاتی رہی اور مشہور و معروف آئمہ دین اولیائے کرام اور بڑی بڑی اہلِ دین ہستیوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری کر کے انہیں جو دردناک اذیتیں دی گئیں دیگر مذاہب عالم کی تاریخ اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تکفیر بین المسلین کا فعل کسی قدر قابل نفرت اور لائق مذمت ہے؟ اس کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس شغلِ بد کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اور سب سے پہلا فتویٰ کفر خارجیوں نے حضرت علیؓ کے خلاف جاری کیا تھا۔ عقل حیران ہے کہ ''این چہ ابو العجبیست!''

پاکستانی مسلمانوں کی نئی نسل کو مسئلہ تکفیر بین المسلمین کے سمجھنے کے لئے گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ اسلامی کی ورق گردانی کی ہرگز ضرورت نہیں۔ وہ اگر متحدہ ہندوستان کی صرف سوڈیڑھ سو سال کی تاریخ کا اچٹتی ہوئی نظر سے مطالعہ کر لے تو اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اس مختصر سے زمانہ میں برصغیر کے مسلمانوں کے اندر جس قدر خون ریز فسادات ہوئے وہ سب کے سب دراصل تکفیر بین المسلین کے مسئلہ ہی کے برپا کردہ تھے جن کے پس پردہ دراصل دنیوی، معاشی و سیاسی اغراض کی تکمیل کا جذبہ کارفرما تھا بالخصوص متحدہ ہندوستان میں جب سے انتخابات کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر اب تک رونما ہونے والے بڑے بڑے ہنگامہ خیز واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بڑی واضح اور صاف نظر آنے لگتی ہے اور اس میں کسی

طرح کا کوئی ابہام نہیں رہ جاتا کہ ادھر انتخابات کا جب بھی عمل شروع ہوا اُدھر سیاسی قلابازوں کو جن کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، مذہبی جنون کے دورے پڑنا شروع ہو گئے اور انہیں اسلام سخت خطرے میں نظر آنے لگا اور اسے بچانے کے لئے وہ پورے زور شور سے متحرک ہو گئے اور مذہب کے نام پر انہوں نے وہ وہ ہنگامے برپا کرائے کہ جن کا تذکرہ ہمیشہ کے لئے تاریخ نے، مستقبل کی نسلوں کی سبق آموزی کے لئے، اپنے صفحات پر محفوظ کر لیا ہے۔ کبھی مدحِ صحابہؓ کے نام پر تحریک چلائی گئی تو کبھی تبرا ایجی ٹیشن شروع کیا گیا۔ کبھی وہابیوں کے خلاف جھگڑا فساد برپا ہوا تو کبھی بریلوی دیوبندی آپس میں لڑ پڑے۔ کبھی تحفظ ختم نبوت کے نام سے انقلاب خیز تحریک اٹھی تو کبھی مسجد شہید گنج کو تحریک چلانے کا موضوع بنایا گیا۔ غرضیکہ متحدہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلم اکثریت کے علاقے تھے وہاں ملکی انتخابات کے دنوں میں ہمیشہ اسلام کو خطرہ لاحق ہو جاتا اور اکثریتی سیاسی گروہ اپنی عددی قوت کے بل بوتے پر اقلیتی گروہ کے خلاف طرح طرح کے الزمات عائد کر کے ان کو شکست دینے کے لئے من مانے مذہبی ہتھکنڈے استعمال کرتے۔ مسلم اکثریت کے علاقوں میں سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول و تکمیل کے لئے جو حربہ سب سے زیادہ استعمال ہوتا رہا وہ تکفیر بین المسلمین کا حربہ ہے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں اس حربے کو استعمال کرنے والوں کی بے پناہ حوصلہ افزائی اس وقت ہوئی جب تحریک ختم نبوت کی قوت نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ حکومت میں قومی اسمبلی کو احمدیوں کو سواد اسلام سے خارج کرنے اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد منظور کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ احمدیوں کو قرآن وسنت اور حدیثِ نبویؐ کے اصولوں کی روشنی میں نہیں بلکہ اکثریت کی متفقہ رائے کے حوالے سے غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ پاکستان میں چونکہ مسلم اکثریت کے نزدیک احمدی مسلمان نہیں ہیں اس لئے آئینی لحاظ سے بھی پاکستان میں انہیں غیر مسلم اقلیت ہی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس مفروضے پر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ''جہاں تک آئین پاکستان کے اغراض و مقاصد کا تعلق ہے احمدی (قادیانی اور لاہوری گروپ) مسلمان نہیں ہیں''۔ اس پر جماعت احمدیہ لاہور کے امیر حضرت مولانا صدر الدینؒ نے کہا کہ ''اس فیصلے سے احمدیوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان کے خلاف مولویوں نے پہلے ہی کفر کے بے شمار فتوے صادر کر رکھے ہیں۔ البتہ فرق پڑا تو بھٹو حکومت کو پڑا جو احمدیوں کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر کے کفر ساز مولویوں کی صف میں جا کھڑی ہو گئی، کیونکہ اس حکومت نے جہاں اپنے آئینی دائرہ اقتدار میں ایک مذہبی گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا وہاں اس فیصلے کے باعث اس کے کندھوں پر اس ذمہ داری کا بوجھ بھی آن پڑا کہ وہ کسی مذہبی گروہ کو مسلمان بھی قرار دے اور یہ ایک ایسا مشکل کام ہے جو کوئی حکومت بھی سرانجام نہیں دے سکتی۔''

چنانچہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے بعد سے پاکستان میں یہ سوال بڑے شدومد کے ساتھ سامنے آ گیا کہ ''مسلمان کی تعریف کیا ہے'' جہاں تک راقم الحروف کی ناقص معلومات کا تعلق ہے اُن کی بناء پر تو یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ آئین پاکستان مسلمان کی صحیح تعریف کرنے سے اب تک قاصر ہے حقیقت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آئینی لحاظ سے کسی کے مسلمان ہونے کی ایک واضح اور ابہام سے پاک تعریف کر دی جاتی اور جو اس تعریف پر پورا اترتا اسے مسلمان سمجھ لیا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اگر اس وقت یہ فیصلہ دیا جاتا کہ جو شخص توحید باری تعالیٰ کو مانتا ہے۔ آنحضور کو اللہ کا رسول اور خاتم النبیین تسلیم کرتا ہے اور آپؐ کے بعد کسی شخص کو نبی نہیں مانتا اور ملائکہ و کتب سماوی پر ایمان رکھتا ہے اور آنحضورؐ سے قبل تمام انبیائے کرام کو مامور من اللہ تسلیم کرتا ہے اور بعث بعد الموت کا قائل ہے مسلمان ہے تو یہ مشکلات ہرگز پیش نہ آتیں جن کا پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر ان دنوں سامنا ہے۔ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد بعض مذہبی تنظیموں کی طرف سے یہ مطالبہ بھی ہونے لگا کہ شیعوں، اسماعیلیوں اور ذکری فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی غیر مسلم اقلیتیں قرار دیا جائے۔ قرآن و حدیث کی رو سے کسی کلمہ گو اور اہلِ قبلہ مسلمان کو غیر مسلم بنانا یا کسی کے مذہب کے بارے میں اس کی مرضی کے خلاف فیصلہ کرنا

کسی تنظیم، لیڈر، مولوی یا حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔

یہ خطرناک کھیل کس انجام پر ختم ہوگا؟ اس کے تصور ہی سے روح کانپنے لگتی ہے کیونکہ اس کھیل کا جاری رہنا ملک اور قوم کے لئے نہایت تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔

ظاہری نشان کافی سمجھا جانا چاہیے جس طرح السلام علیکم کہنا شعائر اسلامی ہے اس طرح قبلہ رُخ ہوکر نماز پڑھنا بھی شعائر اسلامی ہے۔ اس واضح نشان کو کسی شخص میں پانے کے بعد کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں رہتا کہ وہ اس کے مسلمان ہونے میں شبہ کرے یا اس کو کافر قرار دے۔ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لئے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور باریک تاویلات کو سہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ جو میل جول کے وقت السلام علیکم کہے زبان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کرے۔ قبلہ رُخ ہوکر نماز ادا کرے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے تو اس کے مسلمان ہونے میں ہرگز شک نہ کیا جائے اس کو مسلمان قرار دینے کے لئے کسی حالت میں بھی جائز نہیں کہ اس کا دل چیرا جائے اور باطن ٹٹولا جائے۔ طبرانی ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ''جو لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کی تکفیر کرے گا وہ خود کفر کے بہت قریب ہوجائے گا'' اس طرح سنن ابوداؤد جلد نمبر 2 ''کتاب السنّت'' میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے گا اگر وہ کافر ہو تو بہتر ورنہ اس کو کافر کہنے والا خود کافر ہوجائے گا۔ سنن ابوداؤد میں ہی حضرت انسؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں اسلام میں داخل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کی جائے اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنایا جائے اور اسے اسلام سے خارج قرار نہ دیا جائے۔

اہل قبلہ کی تکفیر سے فقہائے اسلام نے بھی اہل اسلام کی سختی سے منع کیا ہے اس ضمن میں سرسری تحقیق ہی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ تکفیر المسلمین کی ممانعت کا مسئلہ درحقیقت اہل السنّت والجماعت کے قواعد میں سے ہے اور اہل سنت کے فقہاء نے اہل قبلہ کی تکفیر کی سخت مذمت کی ہے اپنے موقف کی تائید میں چند حوالے ذیل میں پیش کرتا ہوں:

(۱) اور اہل سنت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے (شرح عقائد نسفی 121)

(۲) حضرت امام ابوحنیفہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

(۳) کسی مسلمان کو اسلام سے خارج قرار دینا بڑی سخت چیز ہے۔ (شرح شفا جلد2 ,500)

(۴) کسی مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔ جب تک اس کے کلام سے کوئی اچھے معنی لئے جاسکتے ہوں۔'' (اشباہ والنظائر مع شرح حموی 175)

(۵) حضرت ملا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک قاضی اور مفتی کا فرض ہے کہ وہ صرف اس وجہ کو اختیار کرے جو اسلام کی ہو اور اس کو مسلمان سمجھے۔'' (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر 146)

(۶) ''فتاویٰ کی کتابوں میں جو کلمات کفر نقل کئے گئے جب تک ان کی کوئی دلیل نہیں ہے اور جس نے ان کلمات کو کفر قرار دیا ہے اس کا پتہ نہیں ہے اس وقت تک وہ کوئی حجت نہیں ہیں کیونکہ مسائل دینیہ میں اعتقاد کا مدار دلائل قطعیہ پر ہے اور مسلمان کو کافر قرار دینے میں بڑے مفاسد ہیں۔'' (شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص 139)

(۷) اشاعرہ میں سے بعض متعصب لوگ امام احمد بن حنبل کے متبعین کو کافر کہتے ہیں اور بعض حنابلہ اشاعرہ کو کافر قرار دیتے ہیں مگر ان دونوں کا ایک دوسرے کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حنابلہ، اشاعرہ، حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے معتبر اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اہل قبلہ میں سے کوئی بھی کافر نہیں ہے۔''

(مفتاح دار السعادہ و مصباح السیادہ جلد نمبر 1 صفحہ 46)

(۸) جو شخص صرف زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اور دل سے اس پر ایمان نہ لایا ہو اسے مرتد قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

(۹) حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیائے علوم جلد 1 صفحہ 97 پر تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دے خواہ دل سے اس کی تصدیق نہ کرے پس ہم شک نہیں کرتے کہ آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے اور ہمیں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ دنیا کے تمام معاملات میں آئمہ اور حکام کے نزدیک مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کی زبان پر اعتبار کریں اور اسے مسلمان سمجھیں۔

(۱۰) مولانا حسین احمد مدنی اپنی تصنیف ''نقش حیات'' جلد اول صفحہ 126 پر رقم طراز ہیں کہ ''اکابرین کا متفق علیہ قول ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کسی قول اور عقیدہ میں سو احتمال ہوں جن میں سے ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال بھی ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں اور نہ ہی مباح الدم والمال ہو سکتا ہے بلکہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے مکتوب ''انوار القلوب میں'' تصریح فرماتے ہیں کہ یہ قول فقہا ''ننانوے احتمال'' تحدیدی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزاروں احتمال ہوں جن میں سے نو سو ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی بھی تکفیر جائز نہیں۔''

(۱۱) سید ابو الاعلیٰ مودودی نے ترجمان القرآن کے شمارہ ماہ جمادی الاول 1355 ہجری جلد نمبر 8 کے صفحہ 52 پر تحریر فرمایا ہے کہ ''ان احکامات کا منشاء یہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے میں اتنا ہی احتیاط کرنی چاہیے جتنی کسی شخص کے قتل کا فتویٰ صادر کرنے میں کی جاتی ہے بلکہ یہ معاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے کسی کے قتل کرنے سے کفر میں مبتلاء ہونے کا خوف تو نہیں ہوتا مگر مومن کو کافر کہنے میں یہ خوف بھی ہے کہ اگر فی الواقع وہ شخص کافر نہیں ہے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہے تو کفر کی تہمت خود اپنے اوپر پلٹ آئے گی، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہو اور جس کو اس کا کچھ احساس ہو کہ کفر میں مبتلا ہو جانے کا کتنا بڑا خطر ہے وہ کبھی کسی مسلم کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتا، تاوقتیکہ اسے خوب چھان بین کرنے کے بعد اس کے مبتلائے کفر ہو جانے کا پورا علم نہ ہو جائے۔ اس بات میں احتیاط کی حد یہ ہے کہ جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے وہ بھی اگر کلمہ اسلام اپنی زبان سے پڑھ دے تو اسے کافر کہنا اور اس کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس شخص میں اسلام کے صرف موٹے موٹے ظاہری نشانات ہی موجود ہوں، مثلاً یہ کہ وہ میل جول کے وقت السلام علیکم کہتا ہو، مسلمانوں کی نماز پڑھتا ہو، نماز پڑھتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو، مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو از روئے قرآن و حدیث نبویؐ اور اقوال آئمہ کرام اس کے مسلمان ہونے کے لئے یہی باتیں کافی ہوتی ہیں اور اس کے خلاف فتویٰ کفر جاری کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

علماء اور فقہا نے اس ضمن میں جو آراء پیش کی ہیں ان سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر تاویل میں یا علمی مسائل کی تشریح و توجیہہ میں کسی سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تب بھی جب تک اس میں واضح اور ظاہری علامتیں اسلام کی پائی جاتی ہوں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اسے غیر مسلم ٹھہرائے یا اسلامی برادری سے خارج کرے جمہور کا تو اس امر پر کلی اتفاق ہے کہ مؤوّل اپنی تاویل کے باعث کافر نہیں ہوتا۔

ذیل میں ان علمائے دین کی آرا میں سے چند بطور حوالہ نقل کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت امام رازیؒ نے تفسیر الکبیر جز 1 (صفحہ 172) میں تحریر فرمایا ہے کہ ''تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔''

(۲) حضرت امام شافعیؒ ''ارشاد الفحول'' (صفحہ 67) میں لکھتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی نص کے عام معنوں کا منکر ہے اور وہ اس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہے تو اسے کافر تو درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے۔''

(۳) حضرت امام شافعیؒ کا (بحوالہ شواہد الحق للشیخ یوسف بن اسماعیل النبھانی صفحہ 125) ارشاد ہے کہ ”میں کسی ایسے شخص کو بھی کافر نہیں کہتا جو اپنی ناسمجھی کی وجہ سے خلاف ظاہر تاویل کرتا ہے“

حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے ”الیواقیت والجواہر جز 2“ میں کفرو اسلام کی بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ”بعض علماء نے موولین کو بھی کافر قرار دینے کی جسارت کی ہے مگر جمہور علماء وخلفاء اس فتویٰ کے مخالف ہیں، کیونکہ موؤل ان کی تاویل کی بناء پر کافر کہنا درست نہیں ہے۔“

اس قدر واضح شواہد کی موجودگی کے باوجود اگر پاکستان میں بعض بنیاد پرست افراد کو ذرا ذراسی بات پر تکفیر المسلمین کی کھلی چھٹی دی جاتی ہے تو اس کے سخت منفی اثرات برآمد ہونے کا احتمال ہے۔ بنیاد پرستی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حکومت پاکستان نے بعض بنیاد پرست ملانوں کے دباؤ میں آکر قومی شناختی کارڈوں میں مذہب کا خانہ منظور کیا ہوا ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور بین الاقوامی قانون انصاف کی صریح خلاف ورزی بلکہ مساوات نسل انسانی کے موید اسلامی اصولوں اور رواداری کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے اس قسم کے منفی رویے کی پاکستان میں ہرگز حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس سے تباہ کن صورتحال کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ نہ صرف اس روش کا سختی سے سد باب کیا جانا چاہیے بلکہ تکفیر المسلمین کو پاکستان میں قابل سزا جرم بھی قرار دیا جانا چاہیے تاکہ پاکستانی قوم بنیاد پرستی کی دلدل سے نکل کر کامیابی کی جانب گامزن ہو سکے۔

☆☆☆☆

بقیہ دورہ پشاور، خطاب

آج ہم یہاں تہیہ کرلیں کہ جماعت کے ماہانہ چندہ کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔ مسجدوں کو آباد کرنا ہے۔ احباب سے رابطوں کو قائم کرنا ہے اور بچھڑوں کو واپس لے کر آنا ہے، روٹھوں کو منانا ہے، شادیاں آپس میں کرنی ہیں۔ ہم عقائد کے درست ہونے کے باوجود دوسروں کے شکار میں کیوں پھنس جاتے ہیں۔ ہم میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے کوئی کمی اور کمزوری نہیں۔ آپ سب نوجوانوں اور بچوں کو قدم آگے بڑھانا ہوں گے۔ میری بہنوں، بیٹیوں کو آگے آنا ہوگا وہ گھروں میں جائیں اور اپنی جماعت کی عورتوں کو آگاہی دیں اور اس جماعت کی صحیح حقیقت سے آگاہی دیں۔ ایک ایک فرد کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک ایک فردِ جماعت کام کرے گا تو ہم آگے بڑھ سکیں گے۔ ویسے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ آپ تمام لوگوں کے تعاون کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس جماعت کو ترقی دینے کے لئے ہمیں ایک نوجوان دل رکھنے والے امیر کی قیادت نصیب ہے۔ اس وقت وہ 75 سال کے ہوگئے ہیں لیکن وہ نوجونوں سے بڑھ کر محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔ آپ نوجوانوں کو ان کا بازو بننا چاہیے ان کی ہاں میں ہاں ملانی چاہیے۔ ان کی عزت یہ ہے کہ جو وہ کہہ رہے ہیں اس کے اوپر ہم عمل کریں۔ ان کی تمام باتوں کو مان کر ہم جماعت کو آگے لے کر جا سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ سب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے کام میں برکت دے گا اور ہماری جماعت کو آگے بڑھائے گا۔ جب ہماری جماعت آگے بڑھے گی تو اللہ کا کام آگے بڑھے گا۔ اور پوری دنیا کے کناروں تک انشاءاللہ اللہ کے پیغام کو اس قرآن کے ذریعہ پہنچائیں گے۔ ہمارے تمام بھائیوں کو جو یہاں کے مقیم ہیں اور تمام دوسرے احباب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جو احباب بیمار ہیں خصوصاً محترم صاحبزادہ صاحب ان کو اللہ لمبی اور صحت والی زندگی دے اور ہر قسم کی محتاجی سے بچائے۔ اور اللہ آپ لوگوں کو اتنا دے کہ ہر کوئی اپنے زور بازو پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام کا حامی و ناصر ہو۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بہت ساری دعائیں ہیں جو انہوں نے آپ احباب کے لئے کی ہیں۔ اور آپ سب احباب بھی ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ ان کو صحت والی زندگی دے کہ وہ اس جماعت کی قیادت تادیر کرتے رہیں (آمین)

قسط دوم

فلسفہ جہاد اور حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؒ

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

جن فرقہائے مسلمین اور مجدد تیرھویں صدی حضرت سید احمد بریلوی صاحب اور مفتیان اکرام اور علمائے اکرام نے جو جہاد انگریزی حکومت کے خلاف شرعاً حرام، ناجائز قرار دیا ہے۔ تو اب مرزا غلام احمد صاحبؒ سے متعلق آپ کا حق سچ بیان کیا ہونا چاہیے۔ اہل تشیع حضرات کے ہند میں نامور مشہور و معروف عالم، مفتی مجتہد جناب محترم علامہ السید الحائری مجتہد العصر گورنمنٹ برطانیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ جس کی حکومت میں انصاف پسندی اور مذہبی آزادی قانون قرار پا چکی ہے۔ جس کی نظیر اور مثال دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی۔ غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے کیونکر بے خوف وخطر پوری آزادی کے ساتھ آج سر میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو۔ اور کس طرح ہر سامان اس مبارک عہد مسعود میں ہمیں میسر آئے ہیں جو پہلے کسی حکومت میں موجود نہ تھے۔ گزشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہ کہہ سکتے تھے اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔ کوئی باقاعدہ تحقیق ہوتی ہی نہ تھیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہر شیعہ کو اس احسان کے عوض (جو آزادی مذہب کے معاملہ میں انہیں حاصل ہے) صمیم قلب سے برٹش گورنمنٹ کا رہین احسان اور شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے لئے شرع بھی اُن کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے (موعظہ تحریف قرآن بابت ماہ اپریل 1923ء صفحہ 68-67 شائع کردہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووال لاہور)

اسی طرح شمس العلماء نذیر حسین دہلوی نے اپنے لیکچر میں جو 5 اکتوبر 1888ء کو ٹاؤن ہال دہلی میں دیا۔ گورنمنٹ انگریزی کے متعلق فرمایا ''کیا گورنمنٹ سخت گیر اور جابر ہے'' (مولانا مولوی نذیر حسین دہلوی کے لیکچروں کا مجموعہ بار اوّل 1890ء صفحہ۔9) اور آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے انگریزی گورنمنٹ کا کسی رعیت پر مستولی ہونا درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے۔ اور بلاشبہ تمام رعیت اس عادل بادشاہ کی احسان مند ہے پس ہم رعایائے ہندوستان جو ملکہ معظمہ وکٹوریہ دام سلطنتہا ملکہ ہند انگلینڈ کی رعیت ہیں۔ اور جو ہم پر عدل و انصاف کے ساتھ بغیر قومی و مذہبی طرفداری کے حکومت کرتی ہے سرتاپا احسان مند ہیں اور ہم کو یہ ہمارے پاک اور روشن مذہب کی تعلیم ہے۔ ہم کو اس کی احسان مندی کا ماننا اور شکر بجا لانا واجب ہے (مجموعہ لیکچر ہائے آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ہلالی پریس ساڈھورہ دسمبر 1892ء صفحہ 15) اور 10 مئی 1886ء کو بمقام علیگڑھ تقریر میں گورنمنٹ انگریزی سے اپنی خیر خواہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میری نصیحت یہ ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اپنا دل صاف رکھو اور نیک دِلی سے پیش آؤ اور سب طرح پر گورنمنٹ پر اعتبار رکھو۔'' (دسمبر 1892ء صفحہ 239 پریس ساڈھورہ سر سید احمد خان صاحب)

پس جو نظریہ مرزا صاحب غلام احمد مجدد و محدث مہدی موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا تمام جید علماء اسی نظریہ کے موید تھے۔ مندرجہ بالا اقوال کے علاوہ جو مسلم سیاسی اور مذہبی مسلم رہنماؤں کے ہیں۔ ''ایک غیر احمدی صاحب کا بیان پیش نہ کرنا غیر مناسب ہوگا ملک جعفر خان ایڈووکیٹ لکھتے ہیں مرزا صاحب

کے زمانے میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب اور سر سید احمد خان صاحب سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا غلام احمد کے رَد میں لکھا ہے اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضا مندر رہنے کی تلقین کی ہے۔

(احمدیہ تحریک صفحہ 243 شائع کردہ سندھ ساگرا کاڈیمی لاہور)

خلاصہ کلام یہ کہ مرزا صاحب غلام احمد کا حکومت برطانیہ کی تعریف کرنا اور اس کے ساتھ وفاداری کا اظہار دراصل ایک اصول کے ماتحت تھا وہ یہ کہ:

(۱): اس حکومت نے پنجاب کے مسلمانوں کو سکھوں کی حکومت سے نجات دلائی۔

(۲): اس نے ملک ہند میں امن قائم کیا۔

(۳): اس نے ملک میں کامل آزادی عطا کی۔

جہاد یعنی قتال بالسیف کی ممانعت کی ایک اور وجہ حضرت مرزا صاحب غلام احمد مجدد صد چہاردہم ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس امر کی بھی تصریح کی کہ اس ملک اور اس زمانہ میں اس لئے جہاد یعنی قتال بالسیف ممنوع ہے کہ ''شرائط جہاد'' نہیں پائی جاتیں۔ چنانچہ مرزا صاحب آپ اپنی تالیف ''حقیقۃ المہدی'' میں فرماتے ہیں۔

''فرفعت هذه السنة برفع اسبابها فی هذه الایام'' یعنی تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا اور فرمایا'' وامرنا ان لغد للکافرین کمایعدون لنا ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام ''۔ اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اُسی قسم کی تیاری کریں جیسے وہ ہمارے مقابل پر مقابلہ کے لئے کرتے ہیں یا یہ کہ ہم کافروں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں اُس وقت تک ہم بھی اُن پر تلوار نہ اٹھائیں۔ اور آپ نے فرمایا:

''ولا شک ان وجوه الجهاد معدومة فی هذا الزمن وهذه البلاد (تحفہ گولڑویہ):

''اور اس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ یا شرائط اس زمانہ اور ان شہروں میں نہیں پائی جاتیں'' یہی بات نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب نے ''ترجمان وہابیہ'' صفحہ 20 میں لکھی ہے۔ جہاد بغیر شرائط شرعیہ کے اور بغیر وجود امام ہرگز جائز نہیں۔ اور مولوی ظفر علی خان صاحب نے اپنے اخبار 14 جون 1926ء کی اشاعت میں فرماتے ہیں ''اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے۔ اس کے لئے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتداء شرط ہے۔ (اخبار زمیندار 14 جون 1926ء)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام و خلیفہ وقت موجود ہو۔ مسلمانوں کو ایسی جمعیت حاصل ہو۔ جس میں ان کو کسرِ شوکت اسلام کا خوف نہ ہو۔ فتح و غلبہ اسلام کا ظن غالب ہو۔ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ 31)

مزید لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ مسلمانوں کا کوئی امام موصوف بصفات شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شان و شوکت جمعیت حاصل ہے۔ جس میں وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کرسکیں۔ (الاقتصاد صفحہ 42)

اور خواجہ حسن نظام دہلوی لکھتے ہیں: ''جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچے بچے کو معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں جب کفار مذہبی اُمور میں حارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب و ضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کرسکیں۔ نہ ہمارے پاس سامان حرب ہے۔ ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔

اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

(رسالہ شیخ سنوی صفحہ 17 مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

حضرت مرزا صاحب کی ولادت سے پہلے ایک موقع جہاد کا پیدا ہوا۔ اور حضرت سید احمد بریلوی مجدد تیرھویں صدی نے پنجاب کے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا کیونکہ جیسا کہ ''مولوی مسعود احمد ندوی لکھتے ہیں اس وقت پنجاب میں سکھا شاہی کا دور تھا۔ مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی۔ ان کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی۔ مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جا رہا تھا۔ غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا۔ جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھی مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے۔ (ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ 37 تا 45)

سر سید صاحب مرحوم کی شہادت اور ان کی شکست کی وجہ یہ لکھتے ہیں:

''اپنی بد نصیبی کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے۔ دل میں اِک ہوک اُٹھتی ہے اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ جب کبھی ملانوں (مولویوں کے فتوے اور خوانین سرحد کی غداری یاد آتی ہے۔ جاہل مولویوں ملانوں نے مجاہدین کو وہابی کہنا شروع کر دیا جن کی اصلاح و بہبودی اور امداد اور معاونت کے لئے اس بے برگ و نوا سید زادے اور اس کے جانثاروں نے ہجرت کی مشقیں گوارا کیں وہ خود جان کے دشمن ہو گئے۔ کھانے میں زہر بھی دیا گیا۔ پشاور فتح ہو چکا تھا مگر سرداران پشاور کی غداری کے باعث سید صاحب کے مقرر کردہ عمال اور خاص اصحاب کا قتل عام ہوا۔ پھر اتنی بد دلی ہوئی کہ نواح پشاور کو چھوڑ کر وادی کاغان سے متصل راج دواری کی وادی کو منتقل ہو گئے اور آخر بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔

(ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ 47)

آپ کی جہاد کی غرض پنجاب کے مسلمانوں کو سکھوں کی جابرانہ حکومت سے نجات اور مذہبی آزادی دلانا تھا۔ وہ اس رنگ میں پوری ہوگئی کہ سکھوں کی جگہ انگریز حکومت پنجاب پر حاکم ہوگئی اور جیسا کہ مولانا محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

''سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔ (سوانح احمدی کلاں صفحہ 139)

اسی لئے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے لکھا: ''بھائیو اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب بجائے سیف قلم سے کام لینا۔ قلم سے کام لینا ضروری ہے ضروری ہوگا۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں سیف (تلوار) کا آنا کیونکر ممکن ہے جبکہ ان کا ہاتھ ہی ندارد ہے۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دشمن ہے۔ شیعہ سنی کو اور سنی شیعہ کو اہل حدیث اہل تقلید کو وعلیٰ ہذا القیاس ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو اسی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ جلد 6 نمبر 12 صفحہ 365)

تیسری وجہ آپ نے منع جہاد بالسیف کی یہ بتائی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خاتم المرسلین نے مسیح موعود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہوگا جبکہ مذہبی آزادی ہوگی اور مذہب کے لئے جنگ اور لڑائی کی ضرورت نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ اسی رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں فرماتے ہیں:

''تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں خاتم النبیین و خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے کلمہ یضع الحرب جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے۔ حتیٰ تضع الحرب اوزارھا۔ یعنی اُس وقت تک لڑائی کرو جب مسیح آ جائے۔ اور آپ فرماتے ہیں جبکہ اس زمانہ میں کوئی مسلمانوں کو قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں گویا آپ کا التوائے جہاد یعنی دینی قتال کی ممانعت کا فتویٰ آنحضرت صلعم خاتم النبیین و خاتم المرسلین کے ارشاد کی تعمیل میں ہے خود اپنی طرف سے نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بوجہ مکمل آزادی مذہبی پائے جانے کے قتال دینی کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں:

''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال

دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فر ما چکا ہے سید کونین مصطفیؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء

اس نظم میں حضرت اقدس علیہ السلام نے التوائے جہاد کا فتویٰ دیتے ہوئے تین وجوہات کا نہایت احسن پیرایہ میں ذکر فرمایا ہے (تحفہ گولڑویہ)

پھر حضرت مرزا صاحبؒ نے اس امر کی بھی تصریح فرمائی ہے جہاد صرف تلوار سے جنگ کرنا ہی نہیں بلکہ جہاد کے معنوں میں وسعت پائی جاتی ہے۔ مرزا صاحب اس امر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ جہاد صرف تلوار سے جنگ کرنا ہی نہیں۔۔۔۔قرآن مجید کا کفار تک پہنچانا اور تبلیغ حق اور وعظ اور نصیحت بھی کرنا جہاد ہے بلکہ جہاد کبیر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’**فلا تطع الکفرین و جاھد ھم بہ جھاداً کبیراً**

(الفرقان:53)

مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’اس میں جہاد بالسیف تو مراد نہیں ہوسکتا یقیناً جہاد کبیر حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور مشقتیں جھیل لینے کا نام جہاد ہے۔‘‘ (مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب صفحہ 109)

اور مولوی ظفر علی خان اس آیت سے متعلق لکھتے ہیں ’’اس آیت میں **جاھدھم** سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ و نصیحت اور انہیں دعوت و تبلیغ کر کے سمجھانا۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں یونہی روشنی ڈالی ہے۔ (اخبار زمیندار 25 جون 1935ء)

مولانا حیدر زمان صدیقی لکھتے ہیں:

’’اسی طرح احادیث میں جابر حکمران کے آگے کلمہ حق بلند کرنے کو جہاد اعظم کہا گیا ہے۔ **ان من اعظم الجھاد کلمتہ حق عند سلطان جائر** (روایت ابوداؤد و ترمذی شریف)۔ پس اشاعت علومِ دینیہ و قیام مدارس دینیہ اور ہر وہ کام جو اقامت دین کی غرض سے کیا جائے جہاد کی حقیقت میں شامل ہے‘‘ (اسلام کا نظریہ جہاد کتاب منزل لاہور صفحہ 128 تا 130)

پھر حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

’’خاتم النبیین و خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا ’’**رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر**‘‘ (بیہقی)

گویا آپ نے جہاد بالسیف کو جہاد اصغر قرار دیا۔ اور تزکیہ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط جہاد سیفی (تلوار کے جہاد) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے فرمایا ’’دیکھو میں ایک حکم لے کر لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔۔۔اور یہ بات میں نے اپنے طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح حدیث بخاری شریف کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ **یضع الحرب** (نوٹ: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی مختلف جدید نسخوں کی بناء پر ان الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے اور **یضع الجزیہ** کے الفاظ کر دیئے گئے ہیں جبکہ پرانے نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں) یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔

مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کے مطابق جو قرآن و حدیث میں پائی جاتی تھیں ’’ہمیشہ کے لئے تلوار کے ساتھ جہاد منسوخ نہیں کیا بلکہ اپنے زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس زمانہ تک منسوخ یا ملتوی کیا جب تک اس کی شرائط نہ پائی جائیں اور جہاد اکبر اور جہاد کبیر پر عمل کرنے کے لئے زور دیا۔ چنانچہ مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔

دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین وخاتم المرسلین کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر نہ کرے۔ حضرت مرزا غلام احمدؒ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت اور خاتم النبیینؐ وخاتم المرسلینؐ سے عشق حقیقی اور دین اسلام کی سچائی اور صداقت پر اپنی وفا کو دنیا کے در و دیوار پر تمام باطل ادیان اور کفار عالم کو قرآن مجید کے دلائل سے تحریری تقریری قلمی معرکہ میں ایسی عبرتناک شکست دے کر قیامت تک کے لئے نقش کر دیا کہ آپ سچے اور حقیقی عاشق خاتم الرسل وخاتم الکتاب قرآن اور خاتم الادیان اسلام ہیں۔

دنیا میں کوئی بھی غیر مسلم عالم پادری مرزا صاحب کے مقابل نہ ٹھہر سکا۔ تمام واقعات آپ کی تالیفات اور تصنیفات میں تاریخ، مقام اور شہر کے حوالوں سے موجود ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے نام ''غلام احمد'' کی لاج رکھی اور تمام مسلم غیر مسلم قوموں، مذاہب اور فرقوں پر اپنے کردار گفتار اور تبلیغ دین اسلام سے ثابت کر دیا کہ آپ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیینؐ وخاتم المرسلینؐ کے سچے غلام ہیں۔ مرزا صاحب نے ایسی محبت دکھائی کہ خداوند کریم نے اپنے سب سے پیارے آخری نبی خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لامتناہی عشق ومحبت کرنے کا صلہ دیا اور عظیم الشان منصب مجددیت ومحدثیت اور مسیح موعود کے منصب پر فائز کیا۔

پادری عمادالدین کے مسئلہ جہاد پر اس کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''اس نقطہ چین نے جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر برانگیختہ کرتا ہے سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں اگر کوئی سوچنے والا ہو۔ سو جاننا چاہیے کہ قرآن شریف یوں ہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف اُن لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں سے لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو اُن کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔'' **ووجب علی المومنین ان یحاربوھم ان لم ینتھو** ''اور مومنوں پر واجب ہے جو اُن سے لڑیں جو باز نہ آویں۔ (نور الحق حصہ اوّل)

مرزا صاحب غلام احمد مجدد صد چہاردہم کی اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ آپ کے نزدیک جب تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی شرطیں پائی جائیں اُس وقت مومنوں پر تلوار سے جہاد فرض ہوگا۔ اسلام نے جہاں اصلاح وتزکیہ نفس کو جہاد اکبر اور وعظ ونصیحت اور تبلیغ کو جہاد کبیر قرار دے کر انہیں دائمی اور لازمی قرار دیا ہے۔ وہاں اس نے تلوار کے ساتھ جہاد کو جہاد اصغر اور وقتی قرار دے کر شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ پس جہاں اس کی شرائط پائی جائیں گی وہاں تلوار کے ساتھ جہاد واجب ہوگا اور جہاں شرائط مفقود ہوں گی وہاں نہیں ہوگا چونکہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے آپ نے اس کی مخالفت کا فتویٰ دیا۔ اور تمام جید علماء نے اپنے عمل سے اور اپنے قلم سے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے حضرت مرزا صاحب کے مسلک کی تائید کی ہے۔

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں سرگرمیاں

رپورٹ ماہِ مارچ 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

ڈسٹرکٹ آفس برلین کی میٹنگ میں شرکت

یکم مارچ۔ برلین کے میئر نے بین المذاہب کمیٹی کے اجلاس کا انعقاد کیا جس میں تمام مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی تا کہ یہ تنظیمیں باہم اتفاق و یگانگت کے لئے جو مفید کام کر رہی ہیں ان کا جائزہ لیا جائے۔ یہ اجلاس ہر تین ماہ کے بعد ہوتا ہے۔ اس اجلاس میں آئندہ سال میں ہونے والے پروگراموں پر غور کیا گیا اور مختلف تنظیموں نے اپنی اپنی سرگرمیوں کی تفصیل سے اجلاس کو آگاہ کیا۔ امام مسجد برلین نے سرگرمیوں کی تفصیل پیش کی۔

قبول اسلام

2 مارچ۔ برادرم سلویو رختر نے کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان کو اسلام کی بنیادی تعلیمات اور تحریک احمدیت کے پیغام کی چیدہ چیدہ باتیں بتائی گئیں۔ ان کو قرآن کریم کا جرمن ترجمہ اور دیگر کچھ کتابیں دی گئیں۔ ہماری دعا ہے کہ اسلام کی تعلیمات ان کی زندگی کو زیادہ مفید اور بلند مقاصد کی طرف رہنمائی کرے۔

سیکنڈری سکول کے طلباء کا گروپ برلین مسجد میں

15 مارچ۔ پیفلو، برلین میں فرائی سیکنڈری سکول کے طلباء کا ایک گروپ مسجد آیا۔ انہوں نے اسلام اور مسلم دنیا میں موجودہ حالات کے بارے میں کافی سوالات کیئے۔ انہوں نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی کاپی کی فرمائش کی جو اِن کو دی گئی۔

اے ایف پی چینل نے امام مسجد، برلین کا انٹرویو ریکارڈ کیا

16 مارچ۔ اے ایف چینل جرمنی اور فرانسیسی کمپنی کا ہے۔ جس نے جمعہ کا خطبہ اور مسجد کی دستاویزی فلم بنائی۔ یہ یوٹیوب پر دیکھی جا سکتی ہے۔ اسلام کی امن اور یکجہتی کی تعلیمات کی خصوصیات بتائی گئیں اور گذشتہ 95 سالوں میں اس سلسلہ میں مسجد کی نمایاں کارکردگی کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا۔ اس کو ذیل کے لنک پر دیکھا جا سکتا ہے۔ https:youtube/sqkowstc

بی آر چینل نے بھی امام مسجد برلین کا انٹرویو ریکارڈ کیا

17 مارچ۔ بی آر چینل کی ٹیم مسجد آئی۔ عامر عزیز صاحب، امام مسجد برلین کا مختصر انٹرویو لیا اور مسجد کی دستاویزی فلم کی ریکارڈنگ بھی کی۔ اس چینل نے وزیر داخلہ کے اس بیان کے بارے میں میری رائے لی کہ اسلام جرمنی کے لئے موزوں نہیں۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب نے کہا کہ میں وزیر داخلہ کے بیان کا احترام کرتا ہوں لیکن اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ چینل کو بتایا گیا کہ مسجد گذشتہ 70 سالوں سے اسلام کی تعلیمات کی تلقین اور تشہیر کر رہی ہے اور اس سے جرمنی کی نہ صرف مختلف مذاہب میں افہام وتفہیم کا سلسلہ احسن طریق پر بڑھا بلکہ لوگ اسلام کی مذہبی رواداری کی تعلیمات

کے بارے میں آگاہ ہوتے ہیں۔ اس مسجد میں مسلم دنیا کے دینی اور سیاسی رہنما آتے رہتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات پیش کرنے سے لوگ یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کے بنیادی حقائق، جاننے لگے ہیں جو خدائے واحد کے نازل شدہ ہدایت کے حامل ہیں۔ حال ہی میں جرمنی نے سیریا اور دیگر ملکوں کے مہاجرین کو خوش آمدید کہا۔ موجودہ حکومت کو اس وجہ سے نئے مسائل کا سامنا بھی ہوا لیکن انہوں نے اس سلسلہ میں فلاحی کام کو جاری رکھا ہے۔ مسلمان ممالک اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عربی سکول کے طلباء کی مسجد میں آمد

24 مارچ۔ قرطبہ عربی سکول کے 30 طلباء کا گروپ جو شام کی کلاسس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں مسجد اپنے استاد کے ساتھ آیا۔ امام مسجد برلین نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے مسجد کی تاریخ کے بارے میں سوالات کیئے۔ سکول کے پرنسپل کو سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی 3 کاپیاں پیش کی گئیں۔ یہ کاپیاں سکول کی تین شاخوں کے لئے تھیں۔ اس سکول کی لائبریری میں حضرت مولانا صدرالدینؒ کے جرمن ترجمہ کی کاپی پہلے سے موجود ہے۔

ایک بین المذاہب پروگرام میں شرکت

26 مارچ۔ ایچ ڈبلیو پی ایل جو کہ ایک بین المذاہب تنظیم ہے اس نے ''آخری زمانے'' کے موضوع پر اسلامی نکتہ نگاہ معلوم کرنے کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ عیسائیت اور بدھ مت کے نمائندوں نے بھی اس بارے میں اپنے اپنے مذہب کا نکتہ نگاہ پیش کیا۔

برلین مسجد کا ماڈل

جناب ورنر ٹیکسٹر جو پولیس سروس سے ریٹائر ہوئے۔ انہوں نے نہایت عقیدت اور خوبی سے برلین مسجد کا ماڈل بنایا تھا۔ ماڈل دیکھ کر معلوم ہوتا ہے یہ اس وقت بنایا گیا جب اس کے منارے مرمت طلب تھے۔ مسجد کا ماڈل دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ شخص آرکیٹیکٹ بننا چاہتا تھا لیکن حالات اس کو پولیس سروس میں لے گئے۔ انہوں نے اپنے شوق اور جذبہ کو زندہ رکھا اور مختلف عمارتوں کے ماڈل بنا کر اپنا شوق پورا کرتے رہے۔ ان کی بیوی اور بیٹے نے بڑی مہربانی سے مسجد کے اس خوبصورت ماڈل کو تحفتاً پیش کیا۔ احمدیہ انجمن، برلین ماڈل بنانے والے مرحوم، ان کی بیوی اور بیٹے کے شکر گزار ہیں اور ان کے جذبہ کی تہہ دل سے قدر کرتے ہیں۔

اس مجسمہ ساز کی پیدائش 2 دسمبر 1920ء کو ہوئی اور وفات 15 جون 2015ء کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اس کی مسجد سے محبت کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

انتخاب: ارشد علوی

انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں، حصولِ معرفت کے ذرائع اور وسائل

ماخوذ از لیکچر ''اسلامی اصُول کی فلاسفی'' تصنیف حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ، بانی تحریک احمدیہ

یادرہے کہ ایک وحشی کو نفسِ لوامہ کی حالت تک پہنچانے کے لئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتیں بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور عبث خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کے لئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس زندگی میں رُوحانی راحت یا رُوحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا۔ غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ بُرے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص رہتا ہے یہ وہی درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاق فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں خلق کے الفاظ کی بھی کسی قدر تعریف کردوں سو جاننا چاہیے کہ خلق خدا کی فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے۔ اور خلق۔ خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے۔ نہ صرف طبعی جذبات سے۔ اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے۔ طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسان کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی۔
سب کیفیتوں کا نام خلق ہے مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے۔ وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں پس جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسے انتقام کہتے ہیں اور کبھی انسان حملہ کے مقابل پر حملہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور ظالم کے ظلم سے درگذر کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور ان کی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت اس کا نام خلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلشانہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے انک لعلی خلق عظیم یعنی تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے۔ سو اس تشریح کے مطابق اس کے معنی ہیں یعنی یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت، شجاعت، عدل، رحم، احسان، صدق، حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیلہ دیانت، مروّت، غیرت، استقامت، عفت،

زھادت، اعتدال، مواسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالا رادہ ان کو استعمال کیا جائے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں۔۔۔

اخلاق دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترکِ شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے۔ اور ترکِ شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ یا نقصان رسانی اور کسرِ شان کا ارادہ نہ کر سکے اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ، اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے۔ یا اگر کسی نے اس پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگذر کر سکے۔ اور اس طرح اس کو دُکھ اور عذاب بدنی اور تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے۔ یا اس کو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اس کے لئے سراسر رحمت ہے۔

میرے قابل قدر بزرگو! بھائیو! اور یہاں بیٹھے نوجوانو! آپ سب کو میری طرف سے اور خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دلی دعاؤں کے ساتھ میری وساطت سے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

☆☆☆☆

درخواست دُعا

اپنے بھائی، بہنوں کی اعانت ہمارے فرائض میں شامل ہے اور سب سے بہترین اعانت دعا ہے۔ درج ذیل احباب جماعت مختلف عوارضِ جسمانی میں مبتلا ہیں۔ مرکز میں ان کے لئے تمام نمازوں میں دعا کی جارہی ہے۔ تمام قارئین ''پیغام صلح'' سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم ماسٹر عبدالسلام صاحب (لاہور)

والدہ صاحبہ طاہر صادق (راولپنڈی)

محترم صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور)

محترم ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)

سعید احمد عزیز صاحب، مانچسٹر (انگلستان)

وفات حسرت آیات

قارئین پیغام صلح کو یہ پڑھ کر انتہائی دُکھ ہوگا کہ ہمارے بہت ہی پیارے اور مخلص بزرگ محترم صاحبزادہ ظہور احمد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''

محترم صاحبزادہ ظہور احمد صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ذات کو جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد بخوبی جانتا ہے۔ آپ نہایت کم گو لیکن جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے شخص تھے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی تمام بشری کمزوریاں، لغزشیں اور خطائیں معاف فرمائے، ان کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام دے اور ان کے پیچھے اُن کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

معرفت کاملہ ہی ذریعہ نجات ہے

’’خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفتِ کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی، اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی، اس کو ہر ایک گناہ سے جو بے باکی سے پیدا ہوتا ہے، نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجت مند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنی ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔ پس اسلام کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی ضرورت۔ (لیکچر لاہور صفحہ 6-5)